ماهنامہ

المرشد

اللہ
رسول
محمد

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

اگست
2006ء

لبنان پر اسرائیل کی بربریت...... مسلم ممالک کے حکمران خاموش کیوں ہیں؟

ماہنامہ المرشد

بانی	حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
سرپرست	حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اگست 2006ء جمادی الثانی / رجب

جلد نمبر 28 | شمارہ نمبر 1

مدیر

چوہدری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر: ضمیر حیدر

سرکولیشن مینجر: رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

فہرست

اداریہ	محمد اسلم	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
عبادت اور محبت	امیر محمد اکرم اعوان	6
قلب سلیم اور نور نبوت	امیر محمد اکرم اعوان	12
اکرم التفاسیر	امیر محمد اکرم اعوان	22
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے	امیر محمد اکرم اعوان	27
جواب کون دے گا؟	حکیم محمود احمد سرو سہارنپوری	36
دوائے دل	انجینئر عبدالرزاق اویسی	39
شیوہ وفا سرشت	مولانا محمد صدیق ارکانی	40
روشنی کا سفر	محمد صدیق شاہ	43
من الظلمت الی النور	ڈاکٹر حقانی میاں قادری	45
حیات طیبہ (سلسلہ وار)	ابوالاحمدین	50
غبارِ راہ (سلسلہ وار)	امیر محمد اکرم اعوان	53

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس۔ لاہور 042-6314365 ناشر۔ پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المرشد اے۔ ٹی ایم بلڈنگ پل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2668819

E-Mail:info@alikhwan.org.pk Web Site: WWW.alikhwan.org.pk موبائل 0301-6045981

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور فون 042-5182727

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

اہل ایمان اور صالحین کی برکات: جو لوگ دنیا میں ایمان پر ثابت قدم رہے اور ان کے اہل خانہ اور اولاد نے بھی اُنکی پیروی کی تو اگرچہ اولاد کے اپنے اعمال کے حساب سے درجات کم بھی ہوں صالح والدین کی برکت سے والدین کے درجے میں پہنچا دیئے جائیں گے ایسے ہی اُلٹ بھی حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ صالح اولاد والدین کی ترقی درجات کا باعث بن جائے گی اور یوں ان کے اعمال کی نسبت مدارج میں زیادتی تو کی جائے گی مگر کسی کے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہ کیا جائے گا اور ہر آدمی اپنی کمائی کا بدلہ پائے گا کہ کفار کو صالح والدین کا فائدہ نہ ہوگا اور ان کے پسندیدہ پھل اور گوشت انہیں ڈھیروں نصیب ہوگا اور آپس میں خوش طبعی کریں گے اور جام ہائے شراب پر ایک دوسرے سے جھپٹیں گے جبکہ وہاں کی شراب پاک وصاف اور لذیذ ہوگی کہ اس کے باعث حواس مختل نہ ہوں گے کہ کوئی پی کر بکنے لگے یا گناہ اور نافرمانی کرنے لگے اور پھر آپس میں سنجیدہ گفتگو بھی کریں گے اور ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ یار دنیا میں تو قیامت اور آخرت سے بہت ڈر آتا تھا اور اہل وعیال میں رہتے ہوئے بھی یعنی ان سے مشغول ہو کر بھی آخرت کا ڈر نہیں بھولتا تھا مگر یہاں ہم پر اللہ نے احسان فرمایا اور دوزخ کی جھلسنے والی ہواؤں سے بچا لیا ہم دنیا میں اللہ ہی کو پکارا کرتے اور اسی کی عبادت کرتے تھے اسی سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ یعنی بحمد اللہ ہم شرک سے بچے ہوئے تھے سو اس نے ہماری سن لی کہ وہ بہت بڑا احسان کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

اداریہ

لبنان پر حالیہ اسرائیلی بربریت سے اب تک ۴۰۰ لبنانی شہری شہید ہوچکے ہیں' پوری دنیا کے لئے بالعموم اور اُمت مسلمہ کے لئے بالخصوص یہ ایک کرب ناک سانحہ ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد سلطنت عثمانیہ کے عرب علاقوں کی برطانیہ اور فرانس کے درمیان تقسیم کے نتیجہ میں ''لبنان'' علیحدہ ملک کے روپ میں دنیا کے نقشہ پر ابھرا تھا۔

یہ ملک متواتر ایسی طویل خانہ جنگیوں' تباہ کن بیرونی حملوں اور قتل وغارت گری کے بھنور میں گھرا رہا ہے جس کی مثال دنیا کے کسی اور ملک میں مشکل سے ملتی ہے۔

۱۹۳۲ء کی مردم شماری کے اعداد وشمار کے مطابق لبنان میں عیسائیوں کی تعداد ۵۱ فیصد اور مسلمانوں کی تعداد ۴۹ فیصد ظاہر کی گئی ہے لیکن آئین میں اس کے علاوہ بھی سترہ فرقے تسلیم کئے گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ لبنان کو اقلیتوں کا دیس کہا جاتا ہے۔

۲۷ سال قبل کی مردم شماری کے مطابق لبنان کے مسلمانوں میں ۳۵ فیصد شیعہ اور ۳۲ فیصد سنی شامل ہیں۔ اس مردم شماری کی بنیاد پر آئین میں مختلف فرقوں کے درمیان مملکت کے اہم عہدے تقسیم کئے گئے اور یہ طے پایا کہ ملک کا صدر عیسائی' وزیر اعظم سُنی اور اسپیکر شیعہ مکتبہ فکر کا نمائندہ ہوگا۔ یہ تقسیم دنیا میں اپنی نوعیت کی منفرد مثال ہے۔ فلسطین میں اسرائیلی مملکت کے قیام کے فوراً بعد ایک لاکھ سے زائد فلسطینیوں کو اپنی سرزمین اور گھر سے بے دخل کیا گیا تو انہوں نے انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں لبنان میں پناہ لی پھر ۱۹۶۷ء کی عرب' اسرائیل جنگ کے بعد مزید ۳ لاکھ فلسطینیوں نے یاسر عرفات کے ساتھ لبنان میں سر چھپایا۔

''حزب اللہ'' لبنان میں شیعہ مکتبہ فکر کی نمائندہ ایک انتہائی بااثر اور طاقتور تنظیم ہے۔ لبنان سے اسرائیلی فوجی دستوں کے انخلا سے اس تنظیم نے عام لوگوں کے دلوں میں جگہ بنالی ہے یہی وجہ ہے کہ لبنان کی پارلیمان میں اس تنظیم کے امیدواروں کو واضح اکثریت حاصل ہے۔

سیاسی کامیابی کے ساتھ ساتھ سماجی' معاشرتی اور طبی خدمات کے حوالے سے اس تنظیم نے لبنان میں بہت مقبولیت حاصل کر رکھی ہے اس تنظیم کا اپنا ٹی وی اسٹیشن ''المینار'' کے نام سے کام کر رہا ہے۔

لبنان پر حالیہ اسرائیلی حملے کا اصل ٹارگٹ حزب اللہ ہے مگر عملاً اسرائیلی جنگی طیارے لبنان کی سویلین آبادی پر اندھا دھند بمبارمنٹ کر رہے ہیں عالمی مبصرین کا خیال ہے کہ اسلام اور مغرب کے درمیان کسی بڑے تصادم سے قبل یہود ونصاریٰ کی لبنان پر ننگی جارحیت دراصل اسلامی دنیا کا ردعمل دیکھنے کی کڑی ہے یہ محاذ اس لئے کھولا گیا ہے تاکہ بحیثیت مجموعی اسلامی دنیا کے مزاج اور ردعمل کو پرکھ کر آئندہ کی حکمت عملی تیار کی جاسکے۔

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ لبنان اور حزب اللہ کے خلاف جاری تباہ کن جارحیت کے جواب میں مسلم ممالک کا ردعمل انتہائی مایوس کن ہے۔ مسلم ممالک بالخصوص عرب ممالک کو اسرائیل کی بربریت کا جواب دینے کی حکمت عملی تیار کرنے اور یہود ونصاریٰ کے اسلامی ممالک کو تہہ وبالا کرنے کے لئے بڑھتے ہوئے قدموں کو روکنے کے لئے فوری طور پر سر جوڑ کر بیٹھنا چاہئے تھا لیکن اسلامی ممالک کی تمام تر توانائیاں زبانی کلامی بیان بازیوں پر صرف ہورہی ہیں۔ اُمت مسلمہ کی سیاسی قیادت میں اتنی جرات اور ہمت نہیں ہے کہ وہ یہود ونصاریٰ کے بڑھتے ہوئے مظالم اور معصوم بچوں' عورتوں اور بے گناہ مسلمانوں کو آگ وبارود کی نظر کرنے کی دہشت گردانہ کارروائیوں کو روکنے کے لئے مشترکہ آواز بلند کریں۔

قیادت کے برعکس دنیا میں پھیلے اربوں مسلمان موجود تباہ وبربادی پر نوحہ کناں ہیں اور مسلمان حکمرانوں سے سوال کر رہے ہیں کہ ہم کب تک خاموش تماشائی بنے رہیں گے ہماری عددی برتری' قوت ووسائل اور جذبہ ایمانی کس روز کام آئیں گے؟۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر | نشانِ منزل

کونسی ایسی بات ہوئی ہے | سوچ سمندر

متاعِ فقیر | آس جزیرہ | دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

''میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہیئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں' اس کی مجھے خبر نہیں' اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سکھایا کم' سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرّم کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں، وہ کسی کی سمجھ میں آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔''

نعت

تیری یادوں کا چمن دل میں بسایا میں نے
راز جینے کا تیری یاد سے پایا میں نے

بو سے مٹی نے دیے تیرے قدم کو آقا
خاک بطحا کو ہے آنکھوں سے لگایا میں نے

مجھے معلوم ہے لپٹا تھا یہ تجھ سے آقا
در کعبہ کو بھی سینے سے لگایا میں نے

میں تو ذرہ ہوں میری ذات میں کیا رکھا ہے
تیری نسبت ہی سے پایا ہے جو پایا میں نے

دیکھوں اس شہر مقدس کی جھلک پھر اک بار
رخت بے مایہ ہے کاندھے پہ اٹھایا میں نے

نام تیرا ہی تھا لب پر دم رخصت میرے
مال دنیا سے یہ سیماب کمایا میں نے

(ہوائی جہاز میں کراچی سے اسلام آباد آتے ہوئے)

اقوالِ شیخ

1- اگراب مسلمانوں کو یہ خیال ہو کہ شعائر اللہ پر حملہ ہوا تو اللہ کریم ابابیل بھیج دیں گے تو یہ غلط فہمی ہے کیونکہ جب بیت اللہ کی حفاظت کے لئے ابابیل بھیجے تھے تب مسلمان دنیا میں نہیں تھے۔اب اس اُمت کو اللہ نے اعزاز بخشا اور نبی کریم ﷺ مبعوث فرمائے گئے تو اس کے بعد یہ ذمہ داری ان کی اُمت پر ہے۔اب ابابیل نہیں آئیں گے

2- ہر زمانے کی مصیبتیں اور آزمائشیں جداگانہ ہوتی ہیں کیونکہ یہ مزاجوں اور استعداد کے مطابق ہوتی ہیں۔ہم سے تھوڑا پہلے جو زمانہ تھا اس میں اعمال پر لے دے ہوتی تھی عقائد بڑے صاف ستھرے اور سادہ سے ہوتے تھے لیکن اب ہم جس دور سے گزر رہے ہیں اس میں سارا زور عقائد کی لے دے پر آن پڑا ہے۔۔

3- مسلمانوں کو یہ غلطی لگی ہوئی ہے کہ دین ہم سے قائم ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہم دین سے قائم ہیں۔

4- ایمان ایک کیفیت کا نام ہے جو محض الفاظ میں نہیں آتی بلکہ اعتماد و یقین کی ایک ایسی حالت جو دل میں پیدا ہوتی ہے اس کا نام ایمان ہے۔

5- ایمان عقائد و نظریات کا نام ہے اور اعمال ان نظریات کے گواہ ہوتے ہیں۔اعمال اس بات کی دلیل ہوتے ہیں کہ جو دعوی ایمان کیا گیا ہے اس میں کتنی سچائی اور پختگی ہے۔

6- ایمان کامل وہ ہوتا ہے جو انسان کو توفیق عمل ارزاں کر دے اور عمل صالح وہ ہوتا ہے جو اللہ کے حکم اور سنت خیر الانام کے مطابق ہو۔

عبادت کیا ہے؟

اظہار محبت ہے ______ محبت کیا ہوتی ہے؟

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

الحمد للّٰہ رب العٰلمین.

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمدٍ وعلی الہٖ واصحابہٖ اجمعین.

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم.

بسم اللّٰہِ الرحمٰنِ الرحیمo

یا یھا الناسُ اعبُدُو ا ربکُمُ الذی خلقکُم والذینَ من قبلکُم لعلکُم تتقونَ o

اللھُم سبحنک لاعلملنا الا ماعلمتنا انک انت العلیم الحکیمo

مولایا صل وسلم دائماً ابداً

علیٰ حبیبک من زانت بہٖ العُصُرُ

پہلے پارے میں سورۃ البقرہ میں یہ آیہ مبارکہ ارشاد فرما رہی ہے۔ اے لوگو! یایھا الناسُ۔ اس میں نوعِ انسانی کی بات ہو رہی ہے صرف مسلمانوں کی نہیں صرف مشرق یا اہل مغرب کی نہیں نسلِ انسانی کی۔ ایھا الناس۔ اے اولادِ آدم علیہ السلام اپنے اللہ کی اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اعبدُوا ربکُم. ربوبیت ایک ایسی صفت ہے جس کے حوالے سے زندگی کی ابتدا بھی زندگی کی تکمیل بھی زندگی کا کمال بھی زندگی کی انتہا بھی سارا کچھ جس کے حوالے سے چلتا ہے۔ رب وہ ہے جو خالق بھی ہے بتدریج اُس کی تربیت بھی کرتا۔ ہے ہر ضرورت مند کی ہر ضرورت ہر حال میں ہر جگہ ہر وقت پوری کرتا ہے۔ تو فرمایا ایک ایسی ہستی جس نے تمہیں بنایا۔

صورکُم فاحسن صورکُم. جس نے تمہیں صورت دی اور بہترین صورت دی۔ ایسا' ایسا تشکیل فرمایا کہ حیرت ہوتی ہے۔ ایسا تناسب ہے اعضاو جوارح میں ہاتھ پاؤں میں ناک نقشے میں قد کاٹھ میں خدوخال میں ہر چیز میں ایک ایسا حُسن تناسب ہے کہ بنانے والے کی صنعت پہ حیران ہوتا ہے بندہ صورکم فاحسن صورکم. تمہیں صورت دی اور بہترین صورت دی۔ ذرا سوچ کے دیکھیں جہاں اُس نے کان لگائے ہیں یہاں نہ ہوتے ماتھے پہ ہوتے' تو کیا ہوتا! جہاں ناک ہے یہاں نہ ہوتی پیچھے ہوتی تو کیا صورت ہوتی! یعنی کوئی چیز آپ بدل کر دیکھیں کوئی ایک عضوانسانی ایک کی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ لگا کر سوچیں یا تصویر بنا کر دیکھیں تو آپ حیران ہوں گے کہیں بھی کوئی چیز فٹ نہیں بیٹھتی احسن صورکُم.

بہترین صورت دی تمہیں ۔ اب ایک مصور نہایت خوبصورت تصویر بناتا ہے ایک کاریگر بہت خوبصورت چیز بناتا ہے تو کہا یہ جاتا ہے کہ بنانے والے کو اپنی صنعت اولاد سے زیادہ پیاری ہوتی ہے یا اولاد کی طرح پیاری ہوتی ہے ۔ ایک نقش ہے کاغذ پہ لیکن وہ اُسے خراب ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتا ۔ ایک مٹی کا کھلونا جو بناتا ہے وہ اُسے ٹوٹتا ہوا نہیں دیکھ سکتا اُسے بگڑتا ہوا نہیں دیکھ سکتا اُسے اُس سے محبت ہوتی ہے اس آیت کریمہ میں یہیں سے ابتدا فرمائی گئی کہ تم اس لئے اُس کے قریب آؤ، تم اس لئے اُس کی اطاعت کرو، تم اس لئے اُس کو چاہو تم اس لئے اُس سے محبت کرو کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے ۔ اب اُس کی محبت کی دلیل یہ ہے کہ وہ تمہارا خالق ہے تم اُس کی بنی ہوئی تصویر ہو تم اُس کی بنی ہوئی تخلیق ہو اور ایک ایسی تخلیق ہو جس کی کوئی مثال نہیں ملتی ۔

والذینَ من قبلکُم. آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے لیکر تمہارے آباؤ اجداد کا سب کا خالق وہی اکیلا ہے ۔ جس نے ان گنت زمانوں سے تمہاری نسل کو قائم رکھا ہوا ہے ۔ ان گنت زمانوں سے تمہاری ضروریات کی تکمیل کر رہا ہے ۔ جس نے کائنات کے ہر ستارے ہر سیارے کو تمہاری خدمت پہ لگا دیا ہے ۔ جب مطالعہ فرمائیں گے آپ تو دیکھیں گے کہ کتنی خدمات سورج کی تپش ادا کرتی ہے اور کتنے کام چاند کی میٹھی چاندنی کرتی ہے ۔ ستاروں کی گردش کا زمین پہ کیا کیا اثر ہوتا ہے ۔ یعنی کائنات میں جو کچھ جو سماوی میں ہے سب کی توجہ کا مرکز ایک یہ سیارہ ہے جسے آپ زمین کہتے ہیں اور اُن سب کی پرتو سے اُن سب کی توجہ سے اُن سب کے اثرات سے یہاں مختلف چیزیں اُگتی ہیں بنتی ہیں پیدا ہوتی ہیں اُن میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے یا رنگ و روپ آتا ہے اور پھر یہ سب کچھ کس کے لئے ہے؟ وخلق لکُم ما فی الارض جمیعاً ہ یہ سب صرف تمہاری خاطر ہے ۔ یعنی آپ اُس رب کریم کی محبت کا اندازہ کیجئے کہ ایک انسان کے لئے ۔ فلاسفہ کا ایک اصول ہے کہ آپ اللہ کے احسانات کو دیکھنا چاہیں تو یہ بھول جائیں کہ کائنات میں اور لوگ بھی ہیں، آپ یہ تصور کریں کہ اس دنیا میں صرف میں ہوں تو پھر آپ کو سمجھ آئے گی کہ کائنات ساری ایک بندے کی خدمت پہ مامور ہے ۔ سورج اُس کے لئے گرمی پہنچاتا ہے اُس کے لئے بادل بنتے ہیں اُس کے لئے اسی ایک بندے کے لئے بارش برستی ہے ۔ اسی طرح کائنات کا ہر ذرہ ایک ایک بندے کی خدمت پہ اُس نے مامور کر دیا ۔ اور کیسی عجیب شان ہے اُس کی کہ اُسی نے انسان کو بنایا وہی جانوروں کا خالق ہے انسان کو روزی وہی دیتا ہے جانور کو بھی وہی دیتا ہے ۔ انسان کو اتنی عظمت دی کہ وہ جانور کو کاٹ کر کھالیتا ہے اور مزے کی بات ہے کہ وہی ذبح بھی کرے اور وہی لے ثواب اُلٹا ۔

حلال جانور کو جائز طریقے سے کاٹ کر کھانا بھی عبادت ہے یعنی اُس پہ بھی اُسکا درجہ بڑھتا ہے ۔ اللہ کی مخلوق ہے کسی پر آپ نے بوجھ لادا ہوا ہے کسی کی کھال کے جوتے پہنے ہوئے ہیں کسی کا گوشت آپ کی خوراک ہے کس کا دودھ آپ کی خوراک ہے اور ایسا لمبا ایک نظام بنا دیا کہ اب تو یہ بات واضح ہے کہ انسانی جسم جو ہے اس میں بے شمار ذرات ہوتے ہیں ایٹمز ہوتے ہیں بے شمار وہ ذرے اُس میں سے گرتے بھی رہتے ہیں نئے شامل بھی ہوتے رہتے ہیں یہ سارے کہاں سے آتے ہیں؟ ذرات خاکی کو مختلف قالبوں میں ڈھالتا ہے کہیں فصل بنی کہیں گھاس بنی کسی جانور نے چرا، مٹی تو جس قالب پہ وہ

جاتی تھی، وہ ذرات جس وجود پہ جانے تھے اُس جانور کا دودھ بن کر یا اُس کا گوشت بن کر اُس انسان تک پہنچا کہیں گندم بنی چاول بنے پھل بنے، مٹی کے سارے روپ، اُن ذرات کو اتفاقاً نہیں ہوتا یہ ایک ایک بندے کے جو ذرات ہیں اُس نے گن کے شمار کر کے رکھے ہوئے ہیں اور خود انہیں وہاں سے چلاتا ہے مختلف مشینوں سے گزارتا ہے مختلف طریقوں سے اُس تک پہنچاتا ہے اور کسی ایک بندے کے حصے کا ایک دانہ کوئی دوسرا بندہ نہیں کھا سکتا۔ اتنا جامع نظام تمہارے لئے بنا دیا، کیا وہ تم سے اتنی محبت کرتا ہے! وہ آپ کا ہمارا میرا آپ کا محتاج نہیں ہے ہمارے آباؤ اجداد کا محتاج نہیں ہے ہم اُس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے ہم اگر اُس کی مدح وثنا کریں تو اُس کی شان بڑھتی نہیں ہے ہم انکار کر دیں تو اُس کی شان میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ وہ کس طرح سے بھی ہمارا محتاج نہیں ہے اور ہماری ہر سانس پلک جھپکنے کی قوت اُس کی محتاج ہے۔ محتاج ہم ہیں، ناز برداریاں وہ فرما رہا ہے اور اتنی کائنات کو ایک ایک فرد کی خدمت پہ لگا دیا تو فرمایا حق یہ ہے کہ جواباً تم بھی اُس سے محبت کرو۔

عبادت کیا ہے؟ اظہارِ محبت ہے۔ محبت کیا ہوتی ہے؟ ایک شاعر نے کوشش کی ہے اسے **Describe** کرنے کی، اس کی وضاحت کرنے کی وہ کہتا ہے:۔

محبت کیا ہے تاثیر محبت کس کو کہتے ہیں
تیرا مجبور کر دینا میرا مجبور ہو جانا

یعنی محبت ایک ایسا جذبہ ہے کہ محبوب کے لئے بندے کے سارے اختیارات سلب ہو جاتے ہیں، خود کو کھو بیٹھتا ہے اُس کی پسند وناپسند ہی کوئی نہیں رہتی اُس کی پسند محبوب کی پسند ہے اُس کی آرزو محبوب کی آرزو ہے اُس کا جینا مرنا محبوب کے لئے ہے اُس کی خوشی کے لئے ہوتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ بندے کا اپنا کچھ نہیں رہتا! ایک عرب شاعر کہتا ہے۔

فان المحب لمن یحب مطیعه،

محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اُس کا غلام ہو کے رہ جاتا ہے اور غیر مشروط غلامی ہوتی ہے کچھ ملے نہ ملے محبوب خوش ہو تو پیار کرتا ہے محبوب ناراض ہو تو پیار کرتا ہے یہ عجیب بیماری ہے۔

میں ایک دن اہل اللہ کا تذکرہ پڑھ رہا تھا تو ایک ولی اللہ لکھتے ہیں اپنے حالات میں کہ میں حرم میں پہنچا۔ اب تو الحمدللہ حرم میں شب وروز بہت بھیڑ ہوتی ہے اور حج کے علاوہ بھی حرم شریف بھرا رہتا ہے پہلے پہلے جب اللہ نے ہمیں حج نصیب پہلے کئے تھے تو اُس وقت بھی حرم میں یہ رش نہیں ہوتا تھا اور سارے حرم کے صحن میں کنکریاں بچھی ہوتی تھیں اور درمیان سے راستہ بنا ہوتا تھا۔ تھوڑے سے لوگ ہوتے تھے جو ''مطاف'' میں طواف کرتے رہتے تھے اور کبھی رات بارہ بجے کے بعد ساڑھے بارہ پونے ایک، ایک، ڈیڑھ بارہ سے دو بجے تک آپ جائیں تو دو تین لوگ ملتے تھے تو آرام سے آپ طواف کر سکتے

تھے۔ حجر اسود کو بوسہ دے سکتے تھے تو یہ تقریباً لیٹ Seventees اور اُس کے بعد Eighetees, Ninetees اور آجکل تو ماشاء اللہ سارا سال ہجوم عاشقاں ہوتا ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ میں آدھی رات کو گیا حرم میں لوگ نہیں ہوں گے اور میں تنہائی میں اللہ کریم سے باتیں کروں گا فرماتے ہیں میں گیا تو مطاف میں ایک شخص تھا اور جو طواف کر رہا تھا اور بڑے درد سے پکار رہا تھا۔ لبیک اللھم لبیک' لبیک اللھم لبیک۔ اور جس درد سے وہ پکار رہا تھا اُس کے جواب میں بڑی سختی سے اور بڑی شدت سے اور جھڑک کر کہا جا رہا تھا کہ دفع ہو جاؤ یہاں سے نکل جاؤ۔ میرے گھر سے چلے جاؤ تو وہ کہتے ہیں جب پہلی بار میں نے ہاتف کی آواز سُنی تو میں ڈر گیا کھڑا ہو گیا۔ میں سمجھا کہیں مجھے جھڑکا جا رہا ہے۔ پھر اُس شخص کی صدا بلند ہوئی' پھر جواب آیا' میں سمجھا اس شخص کے لئے ہے اتنے میں وہ میرے پاس سے گزر گیا۔ وہ اپنی لے میں پکار رہا تھا اور ہاتف اپنی شدت میں دھاڑ رہا تھا کہ نکل جاؤ یہاں سے' دفع ہو جاؤ' فرماتے ہیں جب وہ پھر میرے پاس آیا تو میں نے اُسے بازو سے پکڑ لیا روک لیا تو میں نے پوچھا تم عجیب آدمی ہو تمہیں ہاتف کی آواز سنائی نہیں دے رہی! اُسنے مجھے دیکھا اور کہا کہ تم تو غیر متعلق آدمی ہو تم نے سن لی اور مجھ سے کہا جا رہا ہے تو میں نہیں سُن رہا ہوں۔ یعنی مجھے سنانے کیلئے تو آواز آ رہی ہے میں کیسے نہیں سُن سکتا جبکہ تمہارے لئے نہیں ہے اور تم سُن رہے ہو۔ فرماتے ہیں تو میں نے اُسے کہا پھر چلے کیوں نہیں جاتے ساری دنیا کو تباہ کراؤ گے غضب الٰہی نازل ہو گا کوئی بجلی گرے گی یا کوئی زلزلہ آئے گا یا کچھ ہو گا۔ دنیا تباہ ہو گی تو جاؤ گے' چلے کیوں نہیں جاتے۔ فرماتے ہیں اُس نے بڑے آرام سے مجھے دیکھا اور کہا ایسا کوئی در اور بتا دو' چلا جاؤں گا۔ کوئی دروازہ ایسا اور بتا دو اُس پہ چلا جاؤں گا۔ اور اگر نہیں ہے تو ناراض ہو تو بھی یہی ہے راضی ہو تو بھی یہی ہے۔ مجھے کہاں جانا ہے۔ آگے وہی لکھتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ انوار رحمت نے اُس شخص کو ڈھانپ لیا۔

یہ آیت کریمہ اُسی بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ یاَیھا الناس۔ اے اولاد آدم علیہ السلام تم سب کیسے عجیب لوگ ہو کہ جس نے اتنے پیار سے تمہیں بنایا اتنی بے حساب مخلوق بنائی سب کو تمہاری خدمت پہ لگا دیا۔ تم ایسے عجیب ہو کہ تم اُس سے محبت نہیں کر سکتے۔ تمہاری تو نسلوں کا وہ خالق ہے آباؤ اجداد کا خالق ہے پھر بے شمار نعمتیں تمہارے لئے بنا دیں اور اگر تم اُس کی اطاعت کرو گے عبادت کرو گے تو کیا ہو گا؟ لعلکم تتقونَ ٥ پھر تمہیں اُس کے ساتھ ایک ان دیکھا رشتہ نصیب ہو جائے گا۔ جو محسوس تو ہو سکتا ہے' دیکھا نہیں جا سکتا لکھا پڑھا نہیں جا سکتا۔ پھر تمہارا دل اُس کے بغیر مطمئن نہیں ہو گا پھر تمہیں اُس کے بغیر چین نہیں آئے گا پھر تم جہاں جاؤ گے اُس کی باتیں کرو گے تم جہاں جاؤ گے اُس کی باتیں سننا چاہو گے تم جو کام کرنے لگو گے تو تمہیں خیال آئے گا کہ اس میں میرا رب راضی ہو گا یا ناراض؟ اگر سمجھو گے اُسی کی خفگی کا ہے تو چھوڑ دو گے اگر اُس کی رضا مندی کا ہے تو کر گزرو گے۔ تقویٰ کیا ہے؟ ایک ایسے رشتے کا نام ہے جو بندے کو اپنے مالک سے اسقدر والہانہ ہو جائے کہ اُس سے دوری یا اُس کی ناراضگی کا سوچ بھی نہ سکے یہ تقویٰ ہے۔

اور دوسری جگہ فرمایا کہ وہ قادر ہے اور وہ صناعی سے رُک نہیں گیا اُس کی تخلیق میں کوئی فرق نہیں آ گیا اُس کی تخلیق تو لمحہ

لحظہ بہ لحظہ دم بدم ظہور پذیر ہو رہی ہے۔ ایک لمحے میں کتنے کھربوں تنکے اُگتے ہیں کتنی گھاس اُگتی ہے کتنی کونپلیں پھوٹتی ہیں کتنے پھول کھلتے ہیں کتنے پھل لگتے ہیں چرند پرند حیوان کتنے ایک لمحے میں پیدا ہوتے ہیں ایک لمحے میں کتنے مرتے ہیں کوئی گن نہیں سکتا آپ دور کو چھوڑ دو آپ اپنے وجود کے باڈی سیلز نہیں گن سکتے کہ ایک لمحے میں کتنے سیل مرجاتے ہیں اور ایک لمحے میں نئے سیل کتنے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اپنے وجود کے اندر ایک لمحے میں کتنے جراثیم مرجاتے ہیں ہم ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں کہتے ہیں جی یہ ہیپاٹائٹس کا جراثیم ہے اس میں ملیریے کے جراثیم ہیں جی پتہ نہیں کہاں ہیں پھر وہ دوائی دیتے ہیں انجکشن دیتے ہیں کہتے ہیں اس سے جراثیم مرجائیں گے آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔ ہم نے تو نہ کبھی اُن کا جنازہ اٹھتے دیکھا ہے نہ کبھی اُن کی پیدائش پہ ڈھول بجتے دیکھے ہیں! ہمارے وجود میں ہیں ہمیں پتہ نہیں کیسے پیدا ہو گئے اور کب مرگئے۔ کائنات کے بارے ہم کیا جانتے ہیں! ہر وجود ایک جہان ہے بے شمار قسم کی مخلوق اُس میں موجود ہے اُس میں اُس کی رگ و پے میں اُس کے خون میں اُس کے دماغ میں کیا کیا رکھا ہے! ایسا عجیب کمپیوٹر ہے دماغ میں ایک آدمی ملتا ہے وہ فوراً اپنی وہ فائلیں کھولتا ہے اور بتا دیتا ہے کہ اس بندے کو تو میں نے بیس سال پہلے دیکھا تھا۔ فوراً تصویر آجاتی ہے کہ فلاں جگہ اسے میں بیس سال پہلے ملا تھا۔ یہ کیا کیا بنا دیا اُس نے انسان کے دماغ میں۔ کتنی یادداشتیں کتنی تصویریں کس طرح سے یہ محفوظ کر لیتا ہے۔ اور جس خالق نے یہ سب بنایا ہے اگر اُس سے بگاڑو گے تو فرمایا۔

عسیٰ ان یاتی اللّٰہ بقوم یحبھُم ویُحبُو نہ'. تمہیں نابود کر دے گا کوئی اور قوم پیدا کر دے گا جو اُس سے محبت کرے گی اور جس سے وہ محبت کرتا ہوگا۔ تاریخ نے اس بات کو بار بار دہرایا ایک طویل عرصہ ہسپانیہ پر حکومت کرنے کے بعد مسلمانوں کو وہاں سے مٹا دیا گیا اور یورپین خوش ہو رہے تھے کہ ہم نے اسلام کا نام ہسپانیہ سے مٹا دیا ہے کیسی عجیب بات ہے کہ تاتاری اپنے گھر سے نکلے تھے اسلام کو مٹانے کے لئے اللہ نے انہیں نورِ ایمان عطا کر دیا۔

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

مغربی یورپ سے اسلام کو مٹایا جا رہا تھا اور مشرقی یورپ سے تاتاریوں کی یلغار لا الہ الا اللہ کہتی یورپ میں داخل ہو رہی تھی۔ ارے! جس نے ہلاکو جیسوں کو کلمہ نصیب کر دیا اُسے کیا محتاجی ہے میری اور آپ کی کہ ہم ہی پڑھیں گے تو ہوگا ہم ہی عبادت کریں گے' نہیں۔ فرمایا کہ بھئی! اگر تمہاری بے نیازی کا یہ حال ہے کہ جس کے محتاج ہو اُس کو بھی بھول چکے ہو جو تمہیں نہیں بھولا تم اُسے بھول چکے ہو' وہ بھول جاتا تو تم تو ایک لمحے میں نابود ہو جاتے وہ نہیں بھولا تمہارے رزق کو تمہارے سانس کی آمد و رفت کو تمہارے دل کی ہر دھڑکن کو تمہارے رگ و ریشے کو خون کے ایک ایک قطرے کو رواں دواں رکھے ہوئے ہے تم اُسے بھول رہے ہو اور اگر تمہاری روش یہی رہی تو وہ بے نیاز ہے محتاج نہیں کسی اور کو توفیق ایمان عطا کر دے گا اور تم منہ دیکھتے رہ جاؤ گے!

اُس کا کیا ہے تم نہ سہی تو چاہنے والے اور بہت

ترکِ تعلق کرنے والو تم تنہا رہ جاؤ گے

میرے بھائی! اللہ کی یاد اللہ کی معیت اور اللہ سے محبت زندگی ہے اور اس کے باہر ویرانیاں ہیں پریشانیاں ہیں کانٹے ہیں دکھ ہیں آزار ہیں اور تکلیفیں ہیں۔ اُس بے نیاز نے رحمتہ اللعلمین ﷺ کو مبعوث فرما کر قصہ ہی ختم کر دیا کہ اب ان کے بعد کسی اور کے آنے کی ضرورت نہیں رہی۔

لقد جاء کُم رسول . تمہارے پاس آنے والا آ چکا بات ختم ہو چکی اب ایک ہی دروازہ ہے بارگاہ الوہیت کو اور وہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی اور اُس کے مطابق اللہ سے محبت اور پیار۔ عشق و محبت تو سود و زیاں سے بالا ہوتے ہیں! لیکن آدمی اگر سود و زیاں میں بھی پڑ جائے تو اُسے اللہ کو نہیں بھولنا چاہیے کہ اللہ کو بھولنے سے بڑا زیاں اور کوئی بھی نہیں۔ اس سے بڑا کوئی نقصان نہیں ہے اور وہ ایسا کریم ہے گوروں کو نہیں کالوں کو نہیں پڑھے لکھوں کو نہیں جاہلوں کو نہیں۔ اُس نے کوئی تمیز نہیں رکھی۔

یاایھا الناس . اے اولاد آدم علیہ السلام! تم جو بھی ہو جیسے بھی ہو تم جہاں بھی ہو میرے قریب تو آؤ مجھ سے بات تو کرو مجھے تو پہچانو، مجھے چاہو میں تم سے محبت کرتا ہوں تم میرے محبوب ہو تم میری تخلیق ہو میری صنعت ہو میں تم سے پیار کرتا ہوں اور اگر میرے پیار کو ٹھکرا دو گے تو اسی کا نام دوزخ ہے! مر کے جانا تو الگ بات ہے خدا کو بھولنے والے اس دنیا میں بھی دوزخ ہی کے زیرِ سایہ زندگی بسر کرتے ہیں پل پل جلتے ہیں پل پل کڑھتے ہیں پل پل مرتے ہیں اور یوں جیتے رہتے ہیں اور اللہ کی یاد جنت کے جھونکوں سے کم نہیں ہے الا بذکر اللہ تطمئن ُالقلوب. دلوں کا قرار اُسی کی یاد میں ہے جو بادِ نسیم کی طرح زندگی کے ہر ہر لمحے کو کیف آگیں کرتی رہتی ہے۔ اللہ کریم ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے ہماری خطائیں معاف فرمائے ہمیں ہمارے دلوں کو اپنی یاد اپنے نور اپنی محبت سے آراستہ فرمائے۔

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>

☆☆☆☆☆☆☆☆

قلب سلیم اور نور نبوت

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ جل شانہ نے انسان کو بے شمار انعامات سے نوازا ہے اور اپنی اس تخلیق کو اپنی صنعت کا شاہکار قرار دیا ہے فرمایا لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ہم نے انسان کو بہت ہی خوبصورت اور بہت ہی نپے تلے اور مکمل امتزاج سے اور چیزوں کے نسبت اور تناسب سے تخلیق کیا ہے۔ علماء نے انسان کو کو عالم صغیر کہا ہے، عالم کبیر ساری دنیا کو کہا ہے اور انسانیت کے ایک ایک فرد کو عالم صغیر کہا ہے جس طرح پوری دنیا میں زمینیں ہیں، آسمان ہیں، بے شمار طرح کی مخلوق زمینوں میں ہے، بے شمار قسم کی مخلوق آسمانوں میں ہے بادل ہیں، ہوائیں ہیں، موسم ہیں، بلندیاں ہیں، نشیب ہیں، خشکی ہے، صحرا ہے، سمندر ہیں، دریا ہیں، پھل دار درخت ہیں، پھول ہیں، چمنستان ہیں، خاردار جھاڑیاں بھی ہیں، خوبصورت جانور بھی ہیں، ہیبت ناک درندے بھی ہیں، اسی طرح کا عالم صغیر ہے ہر فرد۔ اس کے اندر زمین اور آسمان کا تفاوت اس کے سر اور پاؤں میں ہے۔ جہاں بھر کی روشنیاں اس میں جمع ہوتی ہیں اس کے اندر موسم بدلتے ہیں، اس کے اندر بجلیاں کڑکتی ہیں، بارشیں برستی ہیں۔ اس کے اندر بے شمار قسم کی مخلوق بستی ہے، ایک ایک قطرے میں اربوں جراثیم پائے جاتے ہیں، وہ پیدا ہوتے ہیں، مرتے ہیں، ایک دوسرے سے لڑتے ہیں، کبھی ایک فتح پاتا ہے کبھی دوسرا غلبہ، پورا جہان اندر آباد ہے اور اس کا ایک اپنا نظام ہے، اس میں جو کمالات انسانی زندگی سے متعلق ہیں جو اس کو اس قابل بناتے ہیں، جو اس کا مقصد تخلیق ہے وہ اس کے حواس ہیں یہ حواس سبب بنتے ہیں، اس کا رشتہ عالم کبیر سے جوڑنے کا اور عالم کبیر کے ساتھ رشتہ جوڑنے کے بعد جب یہ ترقی کرتا ہے تو پھر خالق کے ساتھ اس کا تعلق بنتا ہے۔ اس ساری کائنات میں جب اس کا رشتہ استوار ہوتا ہے اس کی گرمی سردی، اس کا نظام، اس کا چلنا، وہ سب دیکھ کر پھر اپنی ذات کو دیکھتا ہے، اپنا مقام دیکھتا ہے، اپنی حیثیت دیکھتا ہے۔ تو پھر اسے یہ خیال آتا ہے کہ اس سارے کے پیچھے کون ہے وہ پردہ اٹھایا جائے تو یوں جو ارشاد نبوی ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ، جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اللہ کو پہچان لیا، اپنے پروردگار کو پہچان لیا اور کمال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس کے یہ حواس بڑے عجیب ہیں۔ اب جس طرح گوشت پوست ہے اسی طرح گوشت کا ایک ٹکڑا اس کے منہ میں ہے اسے اللہ نے قوت گویائی دے دی ہے۔ وہ بھی اس جسم کا حصہ اور وہی گوشت چند پٹھے ہیں ان پر نرم سی ایک کھال چڑھی ہوئی ہے جسے آپ زبان کہتے ہیں۔ قرآن حکیم میں آتا ہے کہ میدان حشر میں انسان حلیہ بازی کرے گا کہ یہ میں نے نہیں کیا یہ فرشتوں نے ویسے ہی لکھ دیا تو اللہ کریم اس کے اعضاء و جوارح کو اس کے ہاتھ پاؤں کو بدن کی جلد کو حکم دے گے بتاؤ بھئی تم تو اس کے ساتھ تھے کیا بات ہے۔ وہ بتائیں گے تو حیران ہو کر پوچھے گا تم ساری زندگی تو نہیں بولے میرے ساتھ دنیا میں، برزخ میں تم نے بات نہیں کی آج تم بولنے لگ گئے تو وہ کہیں گے ہم بھی ویسا عضو ہیں جیسے زبان ہے۔ جس طرح اسے

اس نے قوت گویائی دے دی اسی طرح آج ہمیں بھی دی ہے' وہ بھی تو گوشت کا ایک لوتھڑا تھا جو باتیں کرتا تھا آج ہم کر رہے ہیں یہ ایک ذریعہ ہے عالم کبیر کے ساتھ اس کے رابطے کا۔ اسی طرح چند جھلیاں ہیں اور ان میں رطوبت ہے اسے ہم آنکھ کہتے ہیں کوئی اس میں عجیب چیز نہیں لگی ہوئی جو انسانی گوشت سے یا انسانی خون سے یا انسانی اعضاو جوارح سے الگ ہو اسی خون سے اجزا نکل کر آتے ہیں جن سے یہ جھلیاں ترتیب پاتی ہیں یا ان میں وہ ایک نمی سی آجاتی ہے' پانی بھرا ہوتا ہے وہ ایک راستہ ہے اس عالم کبیر کے ساتھ اس کا رابطہ قائم کرنے کا۔ ہر شے کو دیکھتا ہے اس کے رنگ' اس کی شکل' اس کا حجم' اس پہ بے شمار تحقیقات کرتا چلا جاتا ہے تہہ در تہہ پردوں کو اٹھاتا چلا جاتا ہے اسی طرح قوت سماعت ہے وہی گوشت' چار رگیں' چمڑے کی کھال' کان ہے جی یہ سن رہا ہے...... تمام حواس کا یہی حال ہے۔

اسی طرح ایک گوشت کا لوتھڑا اس کے سینے میں بھی ہے اس بدن کا حصہ ہے' اتنا سا گوشت ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ بدن میں گوشت کا ایک لوتھڑا ایسا ہے اذا صلح صلح الجسد کلہ اگر اس کی اصلاح ہو جائے تو سارے بدن کی سارے انسان کی اصلاح ہو جاتی ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے اس میں فساد آجائے تو سارے انسان کو تباہ کر دیتا ہے' سارے جسد کو تباہ کر دیتا ہے الا وھی القلب اچھی طرح جان لو کہ یہ قلب ہے۔ قلب کیا ہے؟ ایک پمپنگ مشین ہے' ایک گوشت کا لوتھڑا ہے' اس میں کچھ خون ہے' کچھ ذرات ہیں لیکن سب کچھ یہی نہیں ہے جس طرح زبان گوشت کا لوتھڑا ہے لیکن اس میں قوت گویائی ہے' کان جس طرح گوشت ہیں لیکن اس میں قوت سماعت ہے اسی طرح دماغ ٹیڑھی میڑی سی رگیں ہیں اور ان میں ایک سفید سی رطوبت بھری ہوئی ہے تو اس گوشت میں سے تو کچھ پتہ نہیں چلتا لیکن وہ اتنا بڑا کمپیوٹر ہے کہ اس کے ساتھ کا کمپیوٹر ایجاد کرنا ممکن نہیں اور اس میں تہہ در تہہ فائلیں لگی ہوتی ہیں اپنی اپنی جگہ پر اس کا سارا سسٹم خود کار ہے' آٹو میٹک ہے۔

ہم نے ایک آدمی کو دیکھا' اس سے ہماری بات چیت ہوئی اس سے ہمارا سودا طے ہوا پھر برسوں الگ ہو گئے اس نے وہ فائل کلوز کر دی۔ بیس پچیس سال بعد سڑک پر ایک بندے کو دیکھا ہم ٹھٹھک گئے ایک لمحے میں اس کا خود کار نظام وہ فائل کھول کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ آپ دیکھ رہے تھے ہاں یہ وہ شخص ہے وہ ساری تصویر سامنے آجاتی ہے وہاں اس سے بات ہوئی تھی یار اس وقت تو اس کے دانت سلامت تھے' عینک بھی نہیں تھی' بال سیاہ تھے' اب تو یہ بوڑھا ہو گیا لیکن بندہ وہی ہے۔ فوری طور پر ساری فائل سامنے آجاتی ہے دیکھا یہ ہے کہ جب سے ہم نے دنیا کی چیزوں کا توتلی زبان سے نام لینا سیکھا ہے یا عارضی طور پر دیکھا چار پانچ سال کی عمر میں تو بارہا ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت کی باتیں یاد آجاتی ہیں' وہ سین آنکھوں میں پھر جاتا ہے' اس عہد کے لوگ یاد آجاتے ہیں اگرچہ وہ عمر' عقل مندی یا دانش کی نہیں ہوتی۔ اگر دیکھیں کہ اس کمپیوٹر میں کیا ہے' اگر سارے کو کھول دیں تو ٹیڑھی میڑی سی رگیں ہیں اور ان میں وہ گاڑھی سی رطوبت سی بھری ہوئی ہے اور کچھ بھی نہیں ہے۔

اسی طرح دل جو ایک گوشت کا لوتھڑا ہے اس میں بھی ایک لطیفہ ربانی ہے۔ لیکن کہتے ہیں کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا اب یہ بڑی عجیب بات کتنی سادہ ہے کہ سب کی سمجھ میں آتی ہے کہ آنکھیں ہیں تو خون' گوشت اور پانی ہی لیکن ان میں بصارت ہے۔ زبان ہے تو گوشت کا ٹکڑا لیکن اس میں گویائی ہے۔ آنکھ' کان' ناک ویسے ہی گوشت کے ٹکڑے ہیں لیکن ان میں یہ کمالات ہیں۔ لیکن جب دل پہ بات آتی ہے تو کہتے ہیں سمجھ نہیں آتا کہ اس میں لطیفہ ربانی کس

طرح سے ہے۔ سمجھ میں کیوں نہیں آتا؟ ہاتھ میں لمس ہے' گرمی سردی محسوس کرنے کی حس ساری جلد میں موجود ہے' بصارت ہے' سماعت ہے گویائی ہے' سوچنے کی حس ہے' سونگھنے کی صلاحیت ہے اس جسم کے اعضاء و جوارح میں' اسی طرح دل میں بھی ایک لطیفہ ربانی ہے درحقیقت وہ لطیفہ ربانی جو دل میں ہے اور جسے قرآن کریم قلب کہتا ہے۔ قرآن کریم میں ہی ہے کہ جو اللہ کے پاس اپنے قلب کو سلامت لایا' 'بقلب سلیم' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہ دھڑکنے والا گوشت کا لوتھڑا ہے سلامت لایا یہ تو سب کا سلامت ہی جاتا ہے۔ جب تک زندہ رہتے ہیں دھڑکتا رہتا ہے جب دھڑکنا بند کرتا ہے تو آگے چلا جاتا ہے تو کٹا ہوا تو نہیں جاتا۔ قلب کی سلامتی سے مراد وہ لطیفہ ربانی ہے وہ کمال ہے جو اس پمپنگ سٹیشن کے اندر ودیعت کر دیا گیا ہے۔ وہ سلامت کیسے ہو؟ اس کا اپنا ایک جہان ہے' اسے جلا چاہئے روشنی چاہئے' نور چاہئے' زندگی چاہئے' حیات چاہئے' اپنی روح چاہئے اور قلوب کی روح ہوتی ہے نور نبوت۔

آپ کسی بندے کو اگر پیدا ہوتے ہی انسانوں سے الگ کر دیں' بالغ ہونے تک انسان کی کوئی آواز نہ سننے دیں اور کوئی بندہ اس سے بات نہ کرے تو اس میں بولنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوگی' سائنس دانوں نے یہ تجربات کئے ہیں' وہ بات نہیں کر سکے گا' جانوروں کی طرح آوازیں نکال سکے گا بات نہیں کر سکے گا۔ اس میں اصل قوت گویائی تو موجود ہے لیکن وہ بیج چاہتی ہے جو اسے بولنا سکھائے۔ یہی حال تمام اعضا کا ہے کسی کی آنکھ بند کر دیں' اسے دیکھنے نہ دیں تو اس سے بصارت جاتی رہے گی کان بند کر دیں اس کو سننے سے محروم کر دیں روک دیں' کوئی مرض نہ ہو تو بھی ایک عرصہ کے بعد وہ اپنے کام سے جاتے رہیں گے' یعنی انہیں باہر سے کوئی ایسا متحرک چاہئے جو ان کی اس صفت کو متحرک رکھے' سلامت رکھے پھر دماغ کتنا اعلیٰ کمپیوٹر ہے' آپ کسی بندے کو سکول نہ جانے دیں' پڑھنے نہ دیں' اسے معلومات بہم نہ پہنچائیں تو کھانے سونے کے علاوہ اس کا دماغ کچھ نہیں سوچے گا اس کی سوچ محدود ہو جائے گی۔ جانوروں کی طرح اس کے دماغ کے ساتھ محنت کریں اسے علم مہیا کریں اسے ترقی دیں تو وہی دماغ دنیا کا ایک عظیم سائنسٹسٹ بن سکتا ہے' ایک عالم بن سکتا ہے ایک مناظر بن سکتا ہے' ایک فقیہہ بن سکتا ہے' ایک محقق بن سکتا ہے' سکالر بن جاتا ہے لیکن اگر اسے وہ وسائل نہ دیں جن سے اسے وہ معلومات پہنچیں تو وہ کچھ نہیں بن سکتا' اسی طرح یہ جو دل کے اندر لطیفہ ربانی ہے اس کی بھی ضرورت ہے کہ اسے باہر سے کوئی تحریک ملے وہ تحریک اس میں حیات پیدا کرے' اس میں شعور بیدار کرے' اس کی آنکھ کھولے' اس میں بینائی پیدا کرے' اسے بولنے کی جرات عطا کرے' اسے بولنا سکھائے' اسے پہچان دے' یہ بھلا برا پہچان سکے' اسے لذت اور کڑواہٹ' تلخی یا مٹھاس کو سمجھنے کا فرق دے اس کی پوری تربیت اس کی ضرورت ہے تا کہ یہ بالغ ہو جوان ہو' پھر یہ حواس خمسہ انسان کو اس عالم کبیر کے ساتھ جوڑتے ہیں اگر اس کے حواس بیدار ہوں تو وہ خلاق عالم کے ساتھ اس کو پیوست کر دیتے ہیں۔ یہ جتنے ہمارے حواس خمسہ یا ظاہری حواس ہیں ان کی رسائی یا ان کی پہنچ اس عالم کبیر تک ہے اس عالم صغیر کو اس عالم کبیر کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں۔ اس کی گرمی سردی' اس کے شب و روز اس کی شہرت یا اس کی عزت یا اس کی حکومت یا اس کا اقتدار یا مال و دولت یا اس کے فوائد ان کی لذات یا اس کی تکلیفیں اور ان کے دکھ پریشانیاں یا اس میں صحت مند رہنا یا بیماری اس کا تدارک علاج یہ سارا کچھ اس عالم کبیر اور عالم صغیر کے رابطے کا سبب بن جاتے ہیں' یہ حواس خمسہ۔

دل کی' قلب کی سلامتی یہ ہے' بیداری یہ ہے کہ اسے نور نبوت

مل جائے۔ اگر نور نبوت نہ ملے تو قرآن حکیم اسے زندہ شمار نہیں کرتا یعنی جس طرح انسانی وجود روح کے بغیر محض گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہے اس طرح قلب میں نور نبوت نہ پہنچے تو وہ ایک مردار شے ہوتا ہے' نور نبوت اسے حیات دیتا ہے۔ تو جو ہم اقرار کرتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ ارشاد ہوتا ہے کہ اقرار باللسان وتصدیق بالقلب۔ زبان سے میں نے اقرار کیا اور میرا دل اس پر یقین کرتا ہے' دل اس کی تصدیق کرتا ہے' اگر تصدیق قلبی نہ ہو تو بندہ مسلمان نہیں ہوتا۔ وہ جو تصدیق قلبی ہے وہ یہ ہے کہ دل کا تعلق نور نبوت سے قائم ہو اب اسے تربیت کی ضرورت ہے۔ اسے جلا بخشنے کی ضرورت ہے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ آپ دماغ کو تربیت دینے کے لئے بیس پچیس برس یا ساری ساری زندگی مختلف انسٹی ٹیوشن میں' اداروں میں' مدارس میں' یونیورسٹیوں میں دھکے کھاتے ہیں تب جا کر کہیں بات بنتی ہے' دوسری جتنی آپ کی قوتیں ہیں سوچنے کی' سمجھنے کی' سننے کی' دیکھنے کی' ان سب کو بتدریج محنت کر کے ایک مقام تک لایا جاتا ہے' لیکن جب دل کو جلا ملتی ہے تو خواہ کوئی علم کسی نے سیکھا یا نہ سیکھا' اگر دل کو حیات مل گئی تو ان اعضا وجوارح میں اس کے خزانے آ جاتے ہیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔

اس کی مثال ہے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ قرآن کے مثالی مسلمان صحابہ کرام ہیں اور ان کی زندگی کا ہر پہلو مثالی ہے۔ آپ دیکھئے کہ ہمارے ہاں ایک آدمی کو آپ لیتے ہیں آفیسر اور اسے جرنیل بنانے تک اس کی بھنویں سفید ہو چکی ہوتی ہیں اس کی عمر لگ جاتی ہے دنیا بھر کے اداروں سے وہ تربیت پاتا ہے اس کے باوجود کتنے جرنیل ہیں جو تاریخ میں یاد رہ جاتے ہیں یا جنہیں کامیاب جرنیل کہا جاتا ہے' بہت کم۔ لیکن چونکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام میں یہ قوت تھی کہ اک نگاہ پڑی تو جتنی تربیت چاہئے تھی دل کو ایک آن میں اسے مل گئی' وہ دل' وہ بندہ صحابی ہو گیا۔ صحابی سے مراد یہ ہے کہ قلب انسانی میں جس قدر صلاحیت اللہ نے کمالات کے اخذ کی رکھی ہے وہ سارے اسے نصیب ہو گئے' وہ خواہ دیانت ہے' امانت ہے' علم ہے' عمل ہے' تقویٰ ہے ورع ہے جو بھی کمال وہ حاصل کر سکتا ہے' اس ایک نگاہ نے اسے عطا کر دیا۔ آپ دیکھیں ایک آدمی آیا اس نے اسلام قبول کیا' اونٹوں کا گلہ چھوڑ کر آیا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جانے والی فوج کا اسے جرنیل بنا دیا کہ جاؤ تم اس کے انچارج ہو وہ جرنیل بن گیا کامیاب ترین جرنیل کوئی ایسا جرنیل دکھائیے جسے تاریخ بھلا سکتی ہو؟ کوئی ایک نام جسے ناکام جرنیل کہا جا سکے یا کوئی ایک نام جسے کہا جائے جی بس یوں ہی سا آدمی تھا۔ کسی مدرسے نہیں گیا' کسی سکول نہیں گیا' کوئی جنگی چالیں اور پریکٹس کسی سے پڑھی نہیں سیکھی نہیں کسی سے اسے ساری سمجھ آ گئی کہ میدان جنگ کیسا ہونا چاہئے دشمن کی فوج کدھر ہو تو ہماری فوج کہاں ہونی چاہئے' کتنے بندے آگے کتنے پیچھے رکھنے چاہیں' کتنے دائیں بائیں رکھنے چاہیں۔ کسے ہراول میں رکھوں کس کو پیچھے رکھنا چاہئے امداد کے لئے کس کو دائیں بائیں' یہ سارا اسے کس نے سکھا دیا کس میں صلاحیت ہے دل میں جب وہ کمال آیا' دل جب اپنے کمال کو' اپنے جوبن کو پہنچا تو اس عالم کبیر کے سارے علوم اس نے جذب کر لئے' اسے ضرورت ہی نہیں پڑی کہ مدرسے جاتا' کسی انسٹی ٹیوشن میں جاتا' کسی ادارے میں جاتا۔ جو ادارے میں عمریں لگانے لگا وہ پیچھے رہ گیا' وہ ان سے آگے نکل گیا۔ ایک نہیں آپ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے کسی ایک صحابی کو لے لیں جس شعبے کا اس کا مزاج ہے جس شعبے کا وہ آدمی ہے اس شعبے میں وہ انتہائے کمال پہ نظر آئے گا۔ بھئی کسی سکول نہیں گیا' کسی مدرسے نہیں گیا کسی دانشور کے پاس نہیں بیٹھا' کوئی کورس نہیں کیا اگر کوئی طبیب ہے تو وہ طب کے کمال

پر یعنی طبابت کی یا میڈیکل سائنس کی کمال تک پہنچا حد ہو گئی کہ جو کچھ انہوں نے کہا چودہ سو سال دھکے کھانے کے بعد آج کی جدید میڈیکل سائنس بمشکل اس کی تصدیق کو پہنچی ہے کہ بات یہ ٹھیک ہے وہ بھی چند امور میں ہے بے شمار ابھی باقی ہیں۔

باٹنی کا ایک پروفیسر میرے پاس آ گیا تو وہ کہنے لگا جی ہم نے تو پڑھا باٹنی میں اور ہمیں اب سمجھ آئی کہ درخت کی جڑ زمین سے غذا لیتی ہے تو اس ساری غذا کو سیدھا وہ پتوں میں بھیجتی ہے' ہر پتے میں سورج کی تمازت سے ایک بھٹی لگی ہوئی ہے' ہر پتے میں حدت ہے گرمی ہے جہاں وہ غذا پکتی ہے' پورا کارخانہ ہے اور وہ پکا کر اسے پھر واپس کرتا ہے اور وہ تقسیم ہوتی ہے کہ تنے کے لئے کیا چاہئے تنے کی کھال کے لئے کیا چاہئے' ٹہنی کس سے نکلے گی' نئی کونپل کن اجزا سے پھوٹے گی خود پتے کو کیا چاہئے پھول کے لئے کیا چاہئے پھر وہ ساری تقسیم ہو کر الگ الگ ہو جاتی ہے جبکہ اس زمانے میں قرآن نے کہا وجعلنا من الشجر الاخضار النار. ہم نے سبز پتے میں آگ قید کر رکھی ہے۔ وہ کہنے لگا جی ہمیں تو اب سمجھ آئی عمر لگا کر کہ آج سے چودہ سو سال پہلے یہ تصور کس نے دیا کہ ہر پتے میں بھٹی لگی ہوئی ہے اور اس میں آگ جل رہی ہے' اس میں چیزیں پک رہی ہیں' کس نے دیا یہ تصور؟ سوائے اللہ کے کوئی نہیں دے سکتا۔ اتنا عرصہ دھکے کھانے کے بعد سائنس اس قابل ہوئی کہ اپنے آپ کو سمجھا سکے کہ یہ حق ہے۔

جن قلوب کو نور نبوت سے جلا ملی انہوں نے صرف یہ کہا نہیں کہ یہ حق ہے بلکہ اس حق سے مستفید ہوئے اور دنیا کو مستفید فرمایا۔ یہ فرق ہے قلب کی حیات میں اور قلب کی موت میں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ لوگوں کو اس کی سمجھ کیوں نہیں آتی۔ شاید لوگ سمجھنا نہیں چاہتے ورنہ جس طرح سارے اجزائے بدن' خون اور گوشت سے بنے ہوئے ہیں اس طرح دل بھی خون اور گوشت سے بنا ہوا ہے اگر ان سب میں جو خصوصیات ہیں وہ مانتے ہو کہ وہ سائنس بتاتی ہے اور قلب کی خصوصیت صرف اس لئے نہیں مانتے کہ یہ قرآن یا اللہ کا رسول بتاتا ہے (ﷺ)۔ اصل ذریعہ علم تو اللہ اور اللہ کا رسولؐ ہے سائنس تو خود اپنی تردید روز کرتی ہے سائنس تو خود کو روز جھوٹا ثابت کرتی ہے کہ میں نے جو کل کہا تھا مجھے غلطی لگی اصل بات یہ ہے کہ اگلے دن پھر اصل بات اور ہوتی ہے۔

قلب کو حیات نصیب ہوتی ہے نور نبوت سے' نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رابطہ قائم ہونے سے۔ جب حضورؐ اس عالم آب وگل میں جلوہ افروز تھے جس پر آپؐ کی نگاہ پڑ گئی یا جس کو آپؐ پر نگاہ ڈالنا نصیب ہو گیا ایمان کے ساتھ تو ایک نگاہ اس کے لئے کافی ہو گئی۔ اس ایک نگاہ سے سارے کمالات اس میں آ گئے۔ لوگ بجلی کے اثر کو مانتے ہیں کہ جسم اس سے ذرہ سا ٹچ ہو جائے تو ساری بجلی جسم میں گھس جاتی ہے' دھوپ کے اثر کو مانتے ہیں کہ ایک لمحے کے لئے بندے کو باہر بھیجو پوری دھوپ اس میں پائی جاتی ہے' بارش کے اثر کو مانتے ہیں کہ بارش شروع ہو ایک لمحہ باہر بھیجو سارا بھیگ جائے گا۔ تو اس کے نور نبوت کی برسات کو ماننے میں کیا مانع ہے جب کہ اس کے اثرات تاریخ کے صفحات پر سورج سے زیادہ روشن ہیں اور ایک ایک واقعہ بتا رہا ہے کہ قلب کی حیات' قلب کی زندگی اور نور نبوت سے قلب کی بیداری سے کیا انقلاب آتا ہے اور بندہ کیا سے کیا بن جاتا ہے۔ آپؐ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام میں بھی یہ قوت رہی کہ جو ان کی صحبت میں بیٹھا تابعی ہو گیا تابعین میں بھی یہ قوت تھی جسے کسی تابعی کی مجلس نصیب ہوئی وہ تبع تابعی ہو گیا اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم. او

کمال قال رسول اللہ ﷺ۔ جس طرح علوم ظاہری تقسیم ہوئے ادارے بنے، مراکز بنے اور لوگوں کو سینہ بہ سینہ پہنچائے جاتے رہے اسی طرح چونکہ اسلام میں بھی توراثت ہے یہ وراثتاً آرہا ہے اور اب اگلوں کو وراثتاً ملتا ہے اس میں نہ کوئی شے بنائی جاسکتی ہے نہ بڑھائی جاسکتی ہے نہ کم کی جاسکتی ہے یہ اللہ کا دین ہے، رسول اللہ ﷺ سے صحابہ نے، ان سے تابعین تبع تابعین نے، سارے پہلوں نے سلف صالحین نے ہم تک پہنچایا ہماری ذمہ داری اسے آگے پہنچانے کی ہے اس میں توارث ہے وراثت کے طور پر یہ جس سے امریکہ بڑا خائف ہے کہ یہ "فنڈامینٹل ازم" ہے یہ صحیح بات ہے یہ ہے ہی فنڈامینٹل ازم۔ اسلام کو اگر آپ فنڈامینٹل ازم کہہ دیں تو یہ اس کا دوسرا نام بن جاتا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے یہ ہے ہی بنیاد پرستی۔ جو بات بنیاد میں ہے آخر تک وہی ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں اور نہ کوئی اس میں تبدیلی لاسکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ امریکہ کی بات اس میں نہیں چلتی وہ اس لئے اس کے خلاف ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ یہ کیا ہے اپنی بات بھی رکھو کچھ ہماری بھی اس میں تھوڑی سی ڈال لو اس کے لئے اس میں کوئی درز کوئی روزن کوئی جگہ نہیں ملتی اس لئے وہ اس کے خلاف ہیں اس لئے نہیں کہ اس سے کوئی چڑ ہے انہیں چڑ اس بات سے ہے کہ ہماری بات بھی اس میں کچھ آئے لیکن اس کے لئے گنجائش نہیں ہوتی وہ پھر اس سے خائف ہیں یا اس کے خلاف ہیں۔

اس وراثت کے مختلف شعبے مختلف حضرات میں بٹ گئے۔ کسی نے فقہی احکام کو ترتیب دیا، انہیں کتابوں میں لکھا، آگے پہنچایا یوں ایک شعبہ بن گیا فقہ کا، لوگ فقیہ کہلائے کسی کی عمر صرف ہوگئی قرآن کریم کی تفسیر اور اس کی تشریح اور اس کے متعلقات بیان کرتے ہوئے وہ مفسر کہلائے۔ عمریں صرف کر دیں لوگوں نے احادیث پاک کو سیکھنے میں، سمجھنے میں، بیان کرنے میں، وہ محدث کہلائے، اسی طرح ایک شعبہ یہ بھی بن گیا جو دل والوں کا تھا، جنہوں نے عمریں صرف کر دیں کمالات قلبی کے اخذ پر، نور نبوت کے قلوب میں سمونے پر، ساری ساری عمریں صرف کر کے یہ خزانہ اپنے سینے میں سجایا اور اسے پھر ایک ایک فرد میں بانٹا۔ بڑی عجیب بات ہے، ظاہری علوم کے لئے منتیں کرنا پڑتی ہیں، علما کے قدم چھونے پڑتے ہیں کہ اس بچے کو آپ ضرور رکھیں، داخلہ دیں، انہیں پسند آئے نہ آئے، کوئی بھی ہو فقہ ہو تفسیر ہو حدیث ہو، سائنس ہو، جدید علوم ہوں، دینی ہوں، دنیوی ہوں ان کے پیچھے پھرنا پڑتا ہے لیکن یہ دل والوں کی نگری عجیب نگری ہے، یہ ایک ایک بندے کے پیچھے خود پھرا کرتے ہیں یعنی جن کے پاس حقیقی دولت ہے اور جن کے پاس ایسی دولت ہے کہ اگر اس کا کوئی شمہ نصیب ہو جائے تو ظاہری علوم والے ساری زندگی جو دیتے رہتے ہیں اس سے کروڑوں گنا زیادہ ایک آن میں نصیب ہو جاتا ہے۔ ارے بھائی! سارے علوم کی انتہا تو یہ ہے کہ بندے کی اپنی حیثیت اور اللہ کی عظمت کا اندازہ ہو جائے، ساری تفسیر کا حاصل بھی یہ ہے، ساری فقہ کا حاصل بھی یہی ہے اور اگر ایک نگاہ میں یہ یقین نصیب ہو جائے تو گویا سارے علوم اسے ایک نظر میں مل گئے لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ علوم ظاہری کے لئے لوگ اساتذہ کے پیچھے پھرتے ہیں اور دل والوں کی نگری عجب نگری ہے کہ یہ لوگوں کے پیچھے پھرا کرتے ہیں ایک ایک بندے کے پیچھے پھرا کرتے ہیں اور بڑے خوش ہوتے ہیں وہ لوگ جنہیں یہ دولت نصیب ہوتی ہے۔

آپ کسی کی زبان سے وعظ سننا چاہتے ہیں تو اس کا موڈ بنے گا تو وہ کرے گا آپ اسے پتھر ماریں، تھپڑ ماریں، بے عزتی کریں، کہیں اب تقریر بھی سنا دو تو وہ تو نہیں کرے گا۔ زبان بھی وہی ہے، بندہ وہی ہے، علوم اس کے وہی ہیں لیکن وہ تو نہیں کر سکے گا تو دل تو اس سے زیادہ حساس ہوتا ہے جب آپ کسی کے دل سے کوئی چیز لینا چاہتے

ہیں تو پھر آپ کو ایسا رستہ بنانا پڑتا ہے کہ اس کا دل اسے دینے پہ مائل ہو جائے پھر یہ ایک ایک تار جڑتی رہتی ہے، یہ قطرے قطرے سے دریا بن جاتا ہے، سمندر بن جاتا ہے۔ حسب ہمت، حسب توفیق، حسب عطا الٰہی، اسباب بنتے رہتے ہیں، ہم نے دریاؤں کو بنتے بھی دیکھا ان بلندیوں پر آنسوؤں کی طرح ایک قطرہ ٹپکتے بھی دیکھا، پھر اس پر پڑھتے، بڑھتے، بڑھتے، ندی بنی، پھر نالہ بنا، پھر دریا بنا اور اسے ہم نے آکر بڑے دریاؤں میں گرتے بھی دیکھا۔ اسی طرح اس میں بھی ایک ایک ریشہ جڑتا جاتا ہے آپ کے ایک ایک ذکر کا، ایک ایک سجدے کا، ایک ایک کیفیت جو حضور حق کی نصیب ہوتی ہے کبھی دعا کرتے ہوئے نصیب ہو جاتی ہے، کبھی بات کرتے نصیب ہو جاتی ہے، کبھی تنہا بیٹھے، کبھی سجدے میں۔ یہ اکثر جو جاتے ہیں ہوائی سجدے میں، وہ ایک ورزش ہوتی ہے، بندہ اٹھتا بیٹھتا ہے کبھی اللہ مہربانی کرتا ہے، کبھی کوئی حضوری کا لمحہ بھی آجاتا ہے تو یہ اس کے بڑھانے کا سبب بنتا رہتا ہے اور پھر جب اس کی آنکھ وا ہوتی ہے تو دنیا کے علوم تو اس کی گرد بن جاتے ہیں اس لئے کہ یہ عالم بن جاتا ہے علوم آخرت کا، علوم الٰہیات کا، علوم ملکوتی کا، تو دنیا کے علوم تو اس کی گرد بن جاتے ہیں۔ دنیا کی باتیں جب وہ کرتا ہے تو ایسے سمجھ آتی ہے کہ یہ سارا فلسفہ اس نے کیسے سیکھا وہ سیکھتا نہیں ہے، وہ ان ساری چیزوں کو اچک لیتا ہے، ذہنوں سے اچک لیتا ہے، دلوں سے اچک لیتا ہے، کتابوں سے بغیر پڑھے اچک لیتا ہے، یہ قوت آجاتی ہے اور دراصل کرنے کا کام یہی ہے باقی سارے کام اس مقصد کے لئے ہیں کہ یہ کام نصیب ہو۔ یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ ہمیں اس طرح گھوم کر اگلوں نے یہ نعمت پہنچائی۔ کیسی عجیب بات ہے کہ ہم پرائمری کے استادوں کے پیچھے پھرے، مڈل، ہائی کے استادوں کے پیچھے پھرے، نوکری کے لئے لوگوں کے پیچھے پھرے، محنت مشقت کے لئے لوگوں کے پیچھے پھرے، لیکن اس دولت کے لئے ہم نہیں گئے انہوں نے ہمیں پکڑ کر عطا کی۔ جو سب سے قیمتی چیز تھی اسے ڈھونڈنے ہم نہیں گئے، دینے والوں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر، پکڑ پکڑ کر کہا تم بھی لے لو یار کام آئے گی تم بھی لے لو، تم بھی لے لو اور ہم ہیں کہ ابھی تک بیٹھے سوچ رہے ہیں کہ لطیفہ ربانی ہوتا بھی ہے کہ نہیں اور میرے بھائی! بات بڑی سادی اور بڑی سیدھی سی ہے کہ اس کے بغیر انسان انسان نہیں بنتا اور یہ نصیب ہو جائے تو زندگی اور موت کا حقیقی تصور سامنے آتا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی تھی **الھم ربنا ارنا حقیقتہ الاشیاء او کما قال رسول اللہ** ﷺ کلیجی کے گوشت کا ایک ٹکڑا خانہ اقدس پہ تھا۔ حضور ﷺ تشریف لائے۔ پتہ کیا، بھائی! گوشت تھا گھر میں طاق میں رکھا ہے لے آو۔ جب لایا گیا تو دیکھا کہ وہ پتھر تھا۔ آپؐ نے فرمایا یہ گوشت پتھر کیسے ہو گیا؟ کسی نے کوئی چیز گھر سے مانگی تو نہیں؟ کوئی سائل تو نہیں آیا؟...... رسول اللہ ﷺ پتہ کرایا گیا تھا گھر سے کہ گھر میں کچھ کھانے کو ہے تو ہم نے بتا دیا تھا کہ کچھ نہیں ہے...... فرمایا یہ تو تھا...... یہ تو ہماری نظر میں نہیں تھا...... ہم نے آپ ﷺ کے لئے آپ ﷺ کی خدمت کے لئے رکھا تھا تو یہ تو ہمارے خیال میں نہیں تھا...... فرمایا! اسی لئے اللہ نے اسے پتھر کر دیا۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا **الھم ارنا حقیقتہ الاشیاء** اللہ ہمیں چیزوں کی حقیقت دیکھنے کی توفیق عطا کر، ہمیں چیزوں کی اصل دکھا۔ فرمایا یہ جو اللہ کے نام پر دینے سے رہ گیا اور اپنی ضرورت کے لئے روک لیا یہ پتھر ہو گیا۔ یہ تو کاشانہ نبوی ﷺ پہ تھا اس لئے اس کی حقیقت ظاہر ہو گئی وہ پتھر ہو گیا۔ عام آدمی کے پاس ہوتا، پھر اسے کھاتا پھر اس کے دل میں پتھر بھرتا یا دل پتھر کا بنا دیتا۔

تو دل میں جب جلا آتی ہے تو اللہ اسے توفیق دیتا ہے۔ حقیقتہ

الاشیا کے دیکھنے کی پھر اسے سمجھ آتی ہے کہ موت کیا ہے اور حیات کیا ہے پھر اسے پتہ چلتا ہے کہ موت جدائی کا نام ہے ۔ بدن سے روح کی جدائی کا نام نہیں' مخلوق کا خالق سے جدائی کا نام موت ہے۔ باقی تو نیچر کے پراسس ہیں' فطرت کے پراسس ہیں' فطرت کے معمولات ہیں' وہ چلتے رہتے ہیں لیکن موت یہ ہے کہ زندگی اللہ کی ذات ہے اور اس کے سوا سب موت ہے ھوالحیُّ القیوم وہ زندہ اور قائم ہے باقی سب نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جو اس کا ہو گیا وہ زندہ ہے خواہ جہاں بھی ہے' زمین پر ہے' زیر زمین ہے' جوان ہے' بوڑھا ہے' امیر ہے' غریب ہے' بیمار ہے' وہ زندہ ہے' اس کا رابطہ حیات کے ساتھ ہے' جو اس سے کٹ گیا وہ حیات سے کٹ گیا' وہ شہنشاہ ہے یا سلطان ہے' وہ دولت مند ہے یا سیٹھ ہے وہ بہت پڑھا لکھا ہے یا ان پڑھ ہے زندگی سے کٹ گیا جو ذات باری سے کٹ گیا۔ اس کی سمجھ تب آتی ہے جب دل کے احساسات بیدار ہوں ورنہ یہ محض فلسفہ اور باتیں نظر آتی ہیں اور بات نہیں بنتی۔

میرے بھائی اللہ کا احسان ہے چالیس برس بیت گئے اس دشت میں بھاگتے دوڑتے چلتے پھرتے' جھانکتے' عمر گزر گئی بات سمجھ میں نہیں آسکتی کہ رب جلیل نے اپنے اس بندے کو کیا کچھ دیا تھا بات سمجھ میں نہیں آتی ۔ میری نظروں سے اکثر گزرا میں نے اکثر دیکھا' اکثر سنا حضرات سے کہ فلاں شخص نے فلاں سے سلوک حاصل کیا اور مکمل سلوک حاصل کر لیا۔ منتہی منازل کو پہنچ گئے' سلوک کی انتہا کو پہنچ گئے۔ اپنی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔ عمریں بیت گئیں نہ انتہا آئی نہ اس کی آخیر آئی نہ اس کا کوئی سرا ملا اور مزے کی بات یہ ہے کہ ایک دیا سلائی جو اس شخص (حضرت مولانا اللہ یار خانؒ) نے ہاتھ میں تھمائی تھی اللہ کی کروڑوں کروڑوں رحمتیں اللہ کے اس بندے پر ہم نے اسے جاپان سے لیکر امریکہ کے مغربی ساحلوں تک جلایا مزے کی بات ہے اس میں مزید تیزی آتی گئی اس میں کہیں کوئی کمی نہیں آئی۔ اب وہ شعلہ پتاں ہمارے ہاتھ میں جس کی ایک تار ہے جو جنریٹ ہو رہی ہے پاور یا جو طاقت پیدا ہو رہی ہے وہ تو پاور ہاؤس میں ہے۔ ہمارے ہاتھ میں تو اس کی ایک تار ہے کہ ہم نے آپ کو بھی لگا دی اس کو بھی لگا دی' اس کے بھی لگا دی' اس کے بھی لگا دی' میں نے چین سے افریقہ تک کا سفر کیا میں نے جاپان سے امریکہ کے مغربی ساحلوں تک جہاں دنیا اس طرف بھی ختم ہو جاتی ہے دنیا اس طرف بھی ختم ہو جاتی ہے ساری دنیا گھومی اور دنیا کا جو بندہ سامنے آیا اس کا قد کاٹھ رنگ شکل علم عقل کچھ نہیں پوچھا' صرف یہ پوچھا یار تمہیں بھی دے دیں۔ جس نے ہاں کر دی ہم نے دے دی۔ مزے کی بات یہ ہے کہ وہیں نور نبوت کا شعلہ بھڑک اٹھا۔ بھئی کسی کا رنگ دیکھتے' کسی کا قد دیکھتے' کسی کا خشوع وخضوع دیکھتے' کسی کا علم دیکھتے' کسی کا ورع کچھ بھی نہیں دیکھا جو سامنے آ گیا'...... بھئی چاہئے! لے لو...... جس نے ہاں کر دی اس کی جھولی بھر دی۔ اب خدا جانے پیچھے کتنی طاقت ہے اللہ کے اس بندے کو اللہ کا اور اللہ کے حبیب ﷺ کا کتنا قرب میسر ہے یا اسے دینے کے لئے اللہ نے کتنا دیا یا اسے کتنا بڑا دل گردہ دیا ہے' کوئی بات اپنی سمجھ میں نہیں آئی اور نہ یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے۔ کرنے کا کام یہ ہے کہ جتنا ہو سکتا ہے یہاں سے لوٹو' اس بات کو سمجھنے کی فکر ہی چھوڑ دو' جب مل رہا ہے تو اس سوچ پہ وقت ضائع نہ کرو بلکہ اس کو حاصل کرنے پہ وقت لگاؤ۔ اس کے ضابطے اس کے آداب' اس کے فوائد' دونوں ہاتھوں پہ نگاہ رکھو دامن چھٹنے نہ پائے اس کے آداب اس کے قواعد اس کے ضابطے یہ ہیں کہ دامن چھٹنے بھی نہ پائے اور دامن ہٹنے بھی نہ پائے۔ یہ سوچوں کے دائرے' شیطانی تفکرات بے شمار شکلوں میں آخر اس بات پہ کیوں زور دیتے ہیں کہ ایسا نہ کرو۔ ہم دنیا میں کتنا کچھ کرتے ہیں کوئی ہمیں نہیں روکتا۔ بزنس کرتے ہیں' کاشتکاری کرتے ہیں'

نوکری کرتے ہیں' لوگ کہتے ہیں کہ یار اس کی مرضی کرنے دو لیکن جب اس طرف آتا ہے تو بڑے ناصح پیدا ہو جاتے ہیں یہ سارے ناصح زندگی کے دوسرے امور میں انہیں نصیحت کیوں نہیں کرتے۔ اصل میں یہ خود مخالف نہیں ہوتے۔ اصل تکلیف شیطان کو ہوتی ہے کہ کسی کے دل میں وہ نور نبوت نہ آ جائے۔ جو بھی شیطان کی بات سنتا ہے شیطان اسے اس کے پیچھے لگا تا رہتا ہے' تم روکو' تم روکو' تم منع کرو' کسی کے بھائی کو' کسی کی بیوی کو' کسی کے دوست کو' کسی کے پیچھے ملاں کو' کسی کے پیچھے وعظ کو' جو جو قابو آتا گیا وہ لگا رہتا ہے۔ یار سوچنے کی بات ہے کہ اسی ملاں' اسی وعظ اسی بیوی' اسی بھائی' اسی دولت کے سامنے ہم کیا کیا کرتے ہیں تو یہ کہتا ہے کہ خیر ہے یار گزارا کرو جیسا کر رہا ہے ٹھیک ہے' دوست ہے ہمارا تو پھر آخر اللہ اللہ کرنے سے کیا مصیبت آ گئی' کیا برائی ہوگئی کہ اتنے ناصح اکٹھے ہو گئے سمجھانے کے لئے اس مخالفت میں اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ بڑی ہی قیمتی شے ہے کہ کتنا جلاپا پیدا کر دیتی ہے ماحول میں اور پوری شیطنت کو ہلا کر رکھ دیتی ہے' بڑے مزے کی بات ہے کہ انسانوں کو ہمیشہ شیطان نے پریشان کیا کوئی تو شیطان کو بھی پریشان کرنے کا حربہ ہونا چاہئے تھا اور یہ اللہ اللہ کرنا اصل میں شیطان کو پریشان کرنا ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا "عمرؓ جس راستے پر آ رہا ہو شیطان راستہ بدل لیتا ہے" او یار مزا تو آیا زندگی کا۔ انسان کو شیطان نے ساری عمر گدھا بنائے رکھا۔ بڑے بڑے بادشاہوں پر اور سلطانوں پر اس طرح سوار ہوا کہ وہ خدائی دعوے کر بیٹھے اور فرعون بن بیٹھے اب کوئی تو ایسا ہونا چاہئے تھا جسے دیکھ کر شیطان کو بھی بھاگنا پڑے وہ بھی تو خوف کھائے کہ اس راستے سے میں نہ گزروں۔ کیسی عجیب بات ہے! یہ وہ دولت ہے جو نور نبوت سے نصیب ہوتی ہے۔ ایک صحابی کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے گندم کا پہرے دار مقرر کیا۔ بیت المال میں گندم پڑی تھی' رات کو کوئی شخص چوری کرنے آیا انہوں نے پکڑ لیا۔ اس نے بڑی منت کی کہ مجھے معاف کر دیں غلطی ہوگئی پھر نہیں آؤں گا اللہ معاف کرتا ہے' اللہ آپ کے درجات بلند کرے آپ فی سبیل اللہ مجھے معاف فرمائیں۔ انہوں نے چھوڑ دیا۔ لیکن صبح جا کر گزارش پیش کر دی بارگاہ نبویؐ میں کہ یا رسول اللہ ﷺ! رات کو ایک بندہ آیا تھا چوری کرنے' پکڑا گیا' منت کی اس نے بڑی اور وعدہ کیا کہ آئندہ چوری نہیں کرے گا تو میں نے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جھوٹ بول گیا' دوسری رات پھر آیا پھر پکڑا گیا اس نے کہا مجھے حضور ﷺ نے بتایا کہ تو شیطان ہے میں نہیں چھوڑوں گا تجھے' میں حضور ﷺ کے پیش کروں گا تجھے۔ اس نے بڑی منت کی اس نے کہا حضور ﷺ نے سچ کہا میں شیطان ہوں میں وعدہ کرتا ہوں اس گلی سے بھی نہیں گزروں گا۔ یار میں مارا جاؤں گا آج جانے دے۔ پھر چھوڑ دیا۔ صبح پھر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ رات آیا تھا پکڑا گیا لیکن بدمعاش مان گیا کہ شیطان ہوں تو منت کی میں نے چھوڑ دیا اور اب وعدہ کر گیا ہے کہ اب نہیں آؤں گا' فرمایا! جھوٹ بولتا ہے۔ تیسری رات پھر پکڑا گیا' اس نے کہا اب نہیں چھوڑوں گا تیری ایسی تیسی تو نے تو روز تماشا بنا لیا جھوٹ بولتا ہے' اس نے کہا اچھا آج میں آپ سے سچ کہتا ہوں آپ سوتے وقت آیت الکرسی پڑھ کے کمرے کا دروازہ بند کر لیں جب تک دروازہ کھولیں گے نہیں شیطان اندر نہیں آ سکتا اب تو مجھے چھوڑ دو انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح جا کر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ ہوا آپؐ نے فرمایا! ہے تو جھوٹا بات سچی کر گیا۔ ہے جھوٹا بے ایمان یہ بات جو تجھے بتا گیا یہ سچ ہے۔

او یار! سارے جہان کو شیطان تے پریشان کیا کوئی ایسے لوگ بھی ہوں جو شیطان کو پریشان کریں' میں آپ سے جنت کی حوروں کا وعدہ نہیں کرتا لیکن یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اس حربہ سے شیطان چوں چوں

کرتا رہے گا۔ کم از کم اسے تو بھگائے پھرو! کچھ تو کرو یار! وہ تو اللہ کی بخشش ہے کس کو کتنا انعام دیتا ہے درجات دیتا ہے کتنا قرب بخشتا ہے وہ ہم سجدے نہ بھی کریں تو اس کی عطا بے حد بے حساب ہے لیکن یہ موذی جو خدا اور رسول اللہ ﷺ کا تمام انبیا علیہم السلام کا تمام ادیان کا دشمن اور اللہ کا باغی اور اس نے چیلنج کیا تھا کہ اولاد آدم مجھے سجدے کرے گی، تیری بارگاہ ان کے سجدوں سے خالی رہے گی' اس موذی کو تو جوتے مارے جائیں، کوئی کرنے کا کام تو کیا جائے اور یہ ذکر قلبی وہ قوت ہے جو اسے بھی بھگائے بھگائے پھرتی ہے تو پوری محنت سے پوری توجہ سے اپنے پورے انہماک سے اس میں سے جھولیاں بھریں۔

تو یہ ایک قوت ہے اللہ کی دی ہوئی جس سے انسانی زندگی کی عظمت اجاگر ہوتی ہے اور انسان شیطان کے اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کی استعداد پا جاتا ہے جو اس نے بڑے تکبر سے کیا تھا جس کے بارے اللہ نے فرمایا تھا **ان عبادی لیس لکم علیھم من سلطان** 'میرے بندوں پر تیرا ارائی برابر بس نہیں چلے گا' کچھ نہیں کر سکے گا تو۔ تو اللہ کریم آپ کو یہ دولت نصیب فرمائے۔ حضرت رحمتہ اللہ عنہ کی ذات گرامی اس کا بحر بے کراں ہیں۔ قدرت نے جو کام حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے لیا اس کی مثال تبع تابعین کے بعد صرف آپ رحمتہ اللہ علیہ تعالیٰ علیہ کی ذات میں آ کر ملتی ہے اس کے درمیان نہیں ملتی۔ ایسا کہنے پر لوگ ناراض بھی ہوتے ہیں، خفا بھی ہوتے ہیں لیکن یہ حقیقت ہے تاریخی اعتبار سے بارگاہ نبوی ﷺ میں جو آیا اسے یہ دولت ملی، وہ مرد تھا، خاتون تھی، پڑھا لکھا تھا' ان پڑھ تھا' امیر تھا' غریب تھا' بچہ تھا' بوڑھا تھا ہر آنے والا صحابی بنا۔ صحابی بننے کے بعد اپنے مدارج ہیں صحابہ کے پاس یہ نعمت اس طرح تھی جو بھی کسی صحابی کے پاس پہنچا تابعی بنا' تابعین کے پاس یہ دولت اس طرح تھی جو بھی کسی تابعی کے پاس پہنچا تبع تابعی بنا اس کے بعد اس طرح نہیں ہوا۔ لاکھوں لوگ کسی عظیم شخص کی خدمت میں پہنچے ان میں سے چار پانچ چھ سات کو نعمت قلبی نصیب ہوئی باقی کو اعمال ظاہری پر رکھا۔ یہاں سے آ کر حضرت ؒ کے پاس ہم نے یہ بات دیکھی کہ جو آیا سے احوال قلبی نصیب ہو گئے۔ بہت نصیب ہوئے یا تھوڑے ہوئے لیکن ہر آنے والے کو نصیب ہوئے۔ یہ بھی ہم نے یہاں دیکھا کہ عورتیں بچے کھلا رہی ہیں' گھروں میں روٹیاں پکا رہی ہیں اور فنافی الرسول بھی ہیں۔ بات ہوتی ہے تو بارگاہ نبوی ﷺ کی بات کرتی ہیں۔ پوری تاریخ تصوف میں کہیں یہ چیز نہیں ملتی کہ ہر آنے والے کو یہ احوال قلبی نصیب ہو جائیں۔

اب یہ اللہ کریم کا احسان ہے' اللہ کریم آپ کو بہت زیادہ ہمت دے' بہت زیادہ توفیق دے اور یہ دولت اتنی حاصل کیجئے کہ اس ملک میں غلبہ اسلام کا سبب بن جائے' میں آپ کو پورے یقین کے ساتھ یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ کی طاقت' افرادی قوت میں نہیں ہے' آپ کی طاقت مالی قوت میں نہیں ہے۔ یہ سارے وسائل عارضی ہیں' وقتی ہیں' آپ کی اصل طاقت اس ذکر الٰہی مین اور شیخ کی برکات میں ہے اور برکات نبوی ﷺ میں ہے اصل قوت ہمارا اثاثہ جو ہے' سرمایہ جو ہے وہ یہ دولت ہے باقی وسائل جو ہیں وہ آپ کارساز ہے' مسبب الاسباب ہے وہ بنا دے گا' بن جائیں گے حتی الامکاں ہم ان کے لئے کوشش بھی کرتے ہیں' مال بھی دیتے ہیں' جان بھی حاضر ہے لیکن اگر یہ نعمت نہ ہو تو جیسے باقی ہیں ویسے ہم بھی ہیں' کوئی فرق نہیں پڑے گا اگر ہم کامیاب بھی ہو جائیں تو افراد بدل جائیں گے پہلے والے چلے جائیں گے اور آ جائیں گے حالات نہیں بدلیں گے۔ حالات تب ہی بدلیں گے یہ دولت لے کر بدکاروں کی جگہ دین داروں کو بٹھایا جائے' دین' دین داروں سے نافذ ہو گا بدکاروں سے دین کی خدمت نہیں ہوتی۔ اللہ کریم آپ سب کو توفیق عطا فرمائے اور اتنی مہلت ضرورت دے کہ وطن عزیز پر اسلام کو نافذ دیکھیں۔ آمین

امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ کے فی البدیہہ خطبات پر مشتمل زیر طبع تفسیر قرآن حکیم

اکرم التفاسیر سے اقتباس......

موضوع: جواء اور شراب حرام ہے

الحمدللہ رب العلمین.

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد والہ واصحابہ

اجمعین o اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم o

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یسئلونک عن الخمر والمیسر o.........

ولا متہ' مومنتہ' خیر' مشرکتہٖ ولوا اعجبتکم o

البقرہ ۲۱۹ تا ۲۲۱

پیچھے بات چل رہی تھی انفاق فی سبیل اللہ کی اُس کے بعد جہاد کی اب یہاں اُس عہد کے معاشرے کا ایک اور پہلو سامنے لایا جارہا ہے۔ دنیا بھر کے معاشرے کا یہی عالم تھا لیکن عربوں میں یوں سمجھے کہ اس کا اتنا رواج تھا جیسے عرب ہی مرکز ہوں۔ دو چیزیں بہت عام تھیں ایک شراب اور دوسری جوا' قمار بازی' قرآن حکیم نے انسانی معاشرے کے ایک ایک پہلو اور جزیات کولیکران کی اصلاح فرمائی۔ یہاں ارشاد فرمایا کہ لوگ خمر نشہ آور شے' کوئی بھی ایسی چیز جو حواس کو انسانی حواس کو مختل کر دے' شراب کا لفظی معنی تو پینے کا ہے کوئی بھی پینے کی چیز اُسے شراب کہتے ہیں۔

بلکہ ہمارے یہاں کے ایک حاجی صاحب حج پر گئے تھے تو وہ بچے منٰی میں ٹن لئے پیپسی کوک وغیرہ کے بیچ رہے ہوتے ہیں یا جوس کے ٹن ہوتے ہیں تو وہ صدا لگا رہے ہوتے ہیں ''شراب شراب شراب'' وہ واپس آئے تو انہیں بڑا شکوہ تھا کہ کمال ہے یار وہ منٰی میں شراب بیچ رہے تھے تو شراب سے لفظی مراد تو پینے کی چیز ہے وہ تو پینے کی چیز بیچ رہے تھے۔

لیکن خمر یا نشہ آور اُسے کہتے ہیں کہ جو انسانی حواس کو مختل کر دے۔ نیک وبد کی تمیز نہ رہے فرمایا آپ ﷺ سے خمر کے بارے پوچھتے ہیں اور قمار جوئے کے بارے پوچھتے ہیں۔ آپ ﷺ انہیں یہ ارشا فرمائیے کہ ان میں بعض لوگوں کو منافع تو ملتا ہے۔ اب جو لوگ مختلف چیزوں سے شراب بنا کر بیچتے ہیں وہ اُس سے کماتے ہیں اُن کا روزگار ہے یا جوئے میں بھی جو لوگ اڈے بنالیتے ہیں' اور کمیشن لیتے ہیں یا پیسے لیتے ہیں بڑا کماتے ہیں اُن کو نفع تو ملتا ہے لیکن اثمھما اکبر من نفعھما ان کا گناہ ان کے نفع سے کئی گنا زیادہ ہے اگر ایک آدمی کو نفع ملتا ہے تو لاکھوں انسانوں کو نقصان ہوتا ہے اور لاکھوں

زندگیاں تباہ ہوتی ہیں ہمارے آج کے بعض دانشوروں نے یہاں سے یہ دلیل لی کہ جی شراب کو بُرا تو کہا گیا ہے اور یہ تو ارشاد فرمایا گیا ہے قرآن کریم میں کہ اس کا نقصان بہت زیادہ ہے لیکن یہ تو نہیں کہا گیا کہ نہ پیو۔ چلو کوتاہی ہے غلط کام ہے لیکن آدمی سے غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ یہ میں اپنے ایک دانشور کا انٹرویو سن رہا تھا ٹیلی ویژن پر۔

قرآن حکیم کو سمجھنے کے لئے صرف ایک ہستی ہے جس پر قرآن نازل ہوا ﷺ انہی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ صحابہ کرام میں بڑے بڑے صاحب زبان اور بڑے بڑے صاحب دانش ابو بکر صدیقؓ اور فاروق اعظمؓ جیسے عظیم انسان آپ ﷺ کی خدمت میں موجود تھے۔ جب بھی کوئی آیت کریمہ نازل ہوتی اور بعض دفعہ حضور اکرم ﷺ استفسار فرما لیتے کہ بھئی اس آیت سے کیا مطلب سمجھا آپ لوگوں نے تو بیک زباں ہو کر ساری مجلس یہ عرض کرتی۔ اللہ رسولہٗ اعلم۔ اللہ اور اُس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ ہی اُس کے مفہوم یا مطلب کا تعین فرماتے ہیں اگر عربی لغت کو لیا جائے اور عربی گرائمر کو لیا جائے اور اُس کے زور سے معنی کئے جائیں تو سارے معنی بدل سکتے ہیں دنیا میں عربی ایک واحد زبان ہے کہ جو دونوں طرف ایک لفظ کے معنی دونوں طرف ہو سکتے ہیں۔ جیسے ''مولا'' ایک لفظ ہے مولا کا معنی مالک بھی ہے اور مولا آزاد کردہ غلام کو بھی کہتے ہیں اب غلام اور مالک خیر ہیں ایک دوسرے کی لیکن دونوں پہ لفظ ایک استعمال ہوتا ہے جب وہ جملے میں استعمال ہوتا ہے تو اُس جملے کے اعتبار سے اُس کے مفہوم کی سمجھ آتی ہے۔

حضرت ثوبانؓ سے احادیث میں روایات ہیں وہ سارے محدثین لکھتے ہیں قال ثوبان مولا رسول اللہ ﷺ۔ وہ آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے تو مالک کو بھی مولا کہتے ہیں تو اگر اس میں پڑ جائیں آپ لغت میں اور اپنے زور سے معنی بنانے لگیں تو پھر قرآن کریم کی دوسری آیت کریمہ کا انکار ہو جاتا ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ﷺ کا منصب جلیلہ یہ ہے۔

لتبین للناس مانزل الیھم. آپ ﷺ نے لوگوں کو متعین کر کے واضح کر کے بیان کرنا ہے کہ جو کچھ اُن پر نازل ہوا اُس کا مفہوم کیا ہے اُس سے مراد کیا لی جائے اُن پر کیا نازل ہوا۔ لہذا اس کا معنٰی پوچھنے کے لئے بھی بارگاہ رسالت ﷺ سے رجوع کرنا پڑے گا اور جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے شراب کی ممانعت فرما دی۔ یہ آیت کریمہ مدنی ہے اور لوگوں کے گھروں میں شراب کا اتنا ذخیرہ تھا مٹکے اتنے بھرے ہوئے تھے کہ مدینہ منورہ کی گلیاں بہہ نکلیں۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ جی مدتوں کی عادت ہے باپ داداؤں سے آ رہی ہے تو آہستہ آہستہ جائے گی نہ کسی کو یہ اجازت دی گئی بلکہ حکم دیا گیا کہ آج سے اور اسی وقت سے شراب حرام ہے جب حضور ﷺ نے منادی کرا دی تو لوگوں نے مٹکے اٹھا کر گلیوں میں اتنی شراب گرائی کہ گلیاں بہہ نکلیں اور چھ مہینے تک اگر کبھی بارش ہوتی تو زمین سے جھاگ اٹھتی تھی اور بلبلے بنتے تھے۔ اتنا اثر اتنی شراب صرف مدینہ منورہ میں بہائی گئی بلکہ کھجور سے ایک رس نکالتے ہیں اور وہ تازہ پیا جائے تو اُس میں نشہ نہیں ہوتا لیکن اگر آپ اُسے آج نکال کر رکھ دیں کل صبح پئیں تو اُس میں نشہ ہوتا ہے اُسے ''نبیذ'' کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے وضاحت فرما دی کہ تازہ ''نبیذ'' حلال ہے باسی ہو جائے تو حرام ہے۔ تازہ نکال کر کوئی پئے تو وہ صحت افزا بھی ہے اور حلال بھی ہے اور وہی ''نبیذ'' باسی ہو جائے تو حرام ہے۔ تو یہ ہمارے مشرقی پاکستان بنگلہ دیش میں میں نے دیکھا میں بنگلہ دیش میں بھی کئی دفعہ گیا ہوں۔ تو وہاں وہ کھجور کا رس نکالتے ہیں جس طرح ربڑ کے درخت کو زخم لگا کر ساتھ برتن باندھ دیتے ہیں اس طرح وہ کھجور کو تھوڑا سا زخم لگا کر ساتھ برتن باندھ دیتے ہیں اُس میں وہ رس گرتا رہتا ہے۔

اور پھر پیتے بھی ہیں اگر باسی ہو جائے تو اُسے گرم کر کے اُس سے گڑھ بناتے ہیں ڈھاکے میں وہ گڑ ملا کر کرتا ہے۔ اُس کا گڑ بن جاتا ہے اور گڑ میں پھر وہ نشہ وغیرہ نہیں ہوتا لیکن اُس کا ذائقہ اپنا الگ ہوتا ہے۔ تو وہ چوڑی چوڑی جس طرح صابن کی ٹکیاں ہوتی ہیں اس طرح کے سانچوں میں اُس گڑ کی وہاں ٹکیاں ملتی تھیں اور اندرونی علاقوں میں دیہات میں میں نے ڈھاکے سے بہت دور نیچے تک میں گیا تو وہاں میں نے دیکھا کہ وہ لوگ اُن کھجوروں سے یا تو وہ کھجور کسی خاص قسم کی ہے یاں کوئی سمجھ نہیں آئی مجھے۔ وہاں میں نے وہ برتن بندھے ہوئے اور انہیں رس نکالتے دیکھا۔

تو یہاں تک حضور اکرم ﷺ نے وضاحت فرمادی کہ وہ اگر تازہ ہے تو درست ہے لیکن اگر ایک دن گزر گیا اور باسی ہو گیا تو اُس میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے وہ حرام ہے لہذا شراب کی حرمت میں کوئی رائی برابر شبے کی گنجائش باقی نہیں ہے۔ قطعاً حرام ہے اور حضور اکرم ﷺ کے حکم سے حرام ہے، اور حضور ﷺ کا حکم ہی اللہ کا حکم ہے اور اس آیت کریمہ کا معنی وہی ہے جو حضور ﷺ نے سمجھایا اور جس پر آپ ﷺ کے سامنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے عمل کیا وہی معنی مقبول ہے آج کے دانشور جو چور دروازے ڈھونڈ رہے ہیں یہ دین کے خلاف ہے اور نبی کریم ﷺ کی حکم عدولی ہے۔ اللہ کریم ہم سب کو معاف فرمائے۔ تو شراب حرام ہے اور جو حرام ہے یہی حرمت جوئے پر بھی ہے۔

اقوام عالم میں اس کا رواج تھا عربوں میں بہت زیادہ تھا لیکن جوا بھی حرام ہے اور ایک اصول فقہا نے وضع فرمایا کہ جوا آپ کسے بھی کہیں گے یوں تو ہر طرح سے رقم کا لین دین ہوتا ہے تو اُس میں جوئے کی تعین کیا ہوگی، چونکہ بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ بھئی جس طرح ہم خرید وفروخت کرتے ہیں ایک چیز دس روپے کی لیتے ہیں وہ بارہ کی بک جاتی ہے ایک پچاس کی لیتے ہیں وہ ساٹھ کی بک جاتی ہے۔ اُس کے ساتھ پیسے آجاتے ہیں یہ لین دین بھی تو ویسا ہی ہے جیسے جوئے میں ہم سو روپے لگاتے ہیں تو پانچ سو آجاتا ہے فرمایا

واحل اللہ البیع وحرم الربوا.

خرید وفروخت کو اللہ نے حلال کر دیا ہے اور ربا اور سود کو حرام قرار دیا ہے تو سود جوا اور یہ بیع وشرا اس میں کیا فرق ہوگا؟ اس کے لئے ایک بڑا سادہ اُصول جو فقہا کرام نے ارساد فرمایا اللہ سب پر کروڑوں رحمتیں فرمائے وہ یہ ہے کہ جس میں نفع یقینی اور نقصان کا اندیشہ ہو۔ وہ سود ہے کہ آپ کسی کو سو روپے دے کر کہتے ہیں مجھے تم ایک سو دس واپس کرو گے اب اُس کا ایک سو دس مجبوراً اُس نے واپس کرنا ہے نفع یقینی ہے اب اُس سے آپ پچانوے، نوے، سو نہیں لیں گے ایک سو دس ہی لیں گے۔ نقصان کا اندیشہ ہے کہ شاید وہ بندہ مرجائے، شاید وہ پیسے اُس کے پاس کبھی نہ آسکیں تو یہ ایک اندیشہ ہے، لیکن نفع یقینی ہے نفع یقینی اور نقصان کا اندیشہ ہو تو یہ سود ہے۔ نقصان یقینی اور نفع کا اندیشہ ہو تو یہ جوا ہے۔

جو جوا کھیلتا ہے اُسے یقین ہوتا ہے کہ جو رقم داؤ پر لگ رہی ہے مجھ سے تو گئی لیکن ایک امکان ہوتا ہے کہ شاید میرا داؤ لگ جائے تو مجھے پیسے زیادہ مل جائیں تو جہاں نقصان یقینی اور نفع موہوم ہو وہ جوا ہے جہاں نفع یقینی اور نقصان موہوم ہو وہ سود ہے اور جہاں نفع ونقصان کے برابر امکان ہوں وہ تجارت ہے نفع بھی ہو سکتا ہے اور نقصان بھی ہو سکتا ہے ایک چیز آپ خریدتے ہیں اُس کی مارکیٹ میں قیمت گر جاتی ہے۔ آپ کا نقصان ہو جاتا ہے ایک خریدتے ہیں اُس کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے آپ کو نفع ہو جاتا ہے تو نفع اور نقصان کا جہاں امکان برابر ہو وہ تجارت ہے۔ جہاں نفع یقینی نقصان موہوم ہو وہ سود ہے۔ جہاں نقصان یقینی نفع موہوم ہو وہ جوا ہے تو فرمایا

کہ لوگوں کو لالچ تو ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سے سود اور جوئے کے بارے شراب اور جوئے کے بارے سوال کرتے ہیں تو انہیں فرما دیجیے کہ ان میں بہت بڑا گناہ ہے فیھما اِثم ٌ کبیر ٌ. یہ بہت بڑا ظلم ہے اور بہت بڑا جرم ہے اور یہ ایسا بڑا جرم ہے کہ یہ معاشرے کو تباہ کر دیتا ہے اور لاکھوں زندگیاں لاکھوں خاندان اس سے اُجڑ جاتے ہیں۔و منافع للناس . اور کچھ لوگوں کو اس سے نفع بھی ہوتا ہے۔ یقینی بات ہے کہ جو بنا کر بیچتے ہیں یا جوئے کے اڈے بناتے ہیں تو ایسے کچھ چند لوگ ہوتے ہیں جو اُس سے کماتے بھی ہیں لیکن اثمُھما اکبر ُمن نفعھما. اس سے جو نقصان ہوتا ہے جو گناہ ہوتا ہے جو اللہ کی نافرمانی ہوتی ہے وہ اُس منافع کے مقابلے میں کئی گنا بڑی ہے۔

ویسئلونک ماذا ینفقون. اور یہ سوال بھی کرتے ہیں کہ آخر اللہ کی راہ میں ہم کتنا کچھ خرچ کریں۔قل العفو۔ آپ ﷺ ان سے فرما دیجئے کہ جو آپ کی ضرورت سے زائد ہو' جو آپ آسانی سے خرچ کر سکیں' جسے خرچ کرنے سے آپ کا کاروبار تباہ نہ ہو' آپ کی روزمرہ کی زندگی خراب نہ ہو' جسے خرچ کرنے سے آپ بچوں کا پیٹ پالنے سے محروم ہو جائیں یا گھر کی ضروریات سے محروم ہو جائیں وہ خیرات نہیں ہے۔ اللہ کی راہ میں ضرور خرچ کریں لیکن جو آپ کی ضرورت سے زائد ہو' جو آپ آسانی سے دے سکتے ہیں۔

کذٰلک یبین ُاللہ لکُم الایت. اس طرح سے اللہ تمام ایات کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی چیزیں اور جزیات واضح طور پر ارشاد فرما دیتا ہے۔ لعلکُم یتفکرون. تا کہ تم خود بھی اُس پہ تفکر کرو غور کرو۔ سوچو اُس کے منافع اور اُس کے نقصان کا موازنہ کر کے سوچو تو عقل سلیم بھی یہ کہے گی کہ جس میں نفع ایک بندے کو ہوتا ہے اور نقصان لاکھوں کو ہوتا ہے اُس کے نفع کو دیکھا جائے یا اُس نقصان کو دیکھا جائے!

تو اسلام کا اور شریعت اسلامیہ کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جسے صالح مزاج قبول نہ کرے' عقل سلیم قبول نہ کرے بلکہ جہاں سے عقل قبول کرنے سے انکار کرتی ہے وہاں عقل میں فتور ہے۔ احکام شریعت جو ہیں وہ عین انسانی مزاج کے مطابق ہیں۔ اس لئے کہ انسان کا خالق وہی ہے اُس کے مزاج کا خالق وہی ہے۔ اور اس نظام کو بنانے والا بھی وہی قادر مطلق ہے اور اُس نے عین انسانی مزاج کے مطابق ترتیب دیا ہے۔ اگر کوئی انسان انسانیت سے گر جائے تو وہ بات الگ ہے اُس کی سوچیں انسانی مزاج سے گر جائیں انسانی منزل سے گر جائیں یہ الگ بات ہے لیکن احکام شرعی انسانی عقل سلیم بھی قبول کرتی ہے۔ لعلکُم تتفکرون. تا کہ تم خود بھی اس میں سوچو تفکر کرو اور دیکھو کہ اس کے نتائج کیا ہیں اور بہتر کیا ہے۔

فی الدنیا والآخرۃ. جب سوچتے ہو تو دونوں جہانوں کو سامنے رکھا کرو۔ جب تفکر کرتے ہو تو صرف یہ نہ سوچو کہ جس نے شراب پی وہ تھوڑی دیر مدہوش ہو گیا' اُسے دنیا کے غم بھول گئے لیکن کیا اُس سے دنیا کے غم خوشی میں بدل جاتے ہیں۔ چند گھنٹوں بعد چند لمحوں بعد جب ہوش آئے گی تو وہ سارے دکھ تو پہلے سے زیادہ ڈراؤنے بن کر پھر سامنے کھڑے ہوں گے فائدہ کیا ہوا۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ آخرت میں اُس کا نتیجہ کیا ہو گا صرف یہ نہ دیکھو کہ دنیوی فائدہ ہے۔ جب تفکر کرتے ہو جب سوچتے ہو تو فی الدنیا والآخرۃ. دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کو سامنے رکھا کرو کہ جو انسانی اقدار ہیں وہ یہ ہیں کہ بندہ دنیا میں باعزت اور شریفانہ زندگی اور آسانی سے زندگی گزارے اور آخرت میں بھی اللہ کے نزدیک معزز و مکرم ہو اور اُسے اللہ کی رحمت نصیب ہو۔ اگر کوئی ایسا کام ہے جو دنیا کی دولت دیتا ہے لیکن آخرت کو تباہ کرتا ہے تو یہ تو بڑا خراب سودا ہے کہ دنیا وقتی اور عارضی ہے اور آخرت کو دوام ہے تو دائمی زندگی وقتی اور لمحاتی لذت

۔ کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ کہ اِس دنیا کی آلائشوں سے یکسر الگ اور مبرا رہ کر اللہ کے دین میں اپنی زندگیاں بسر کر گئے اور یہ اُنہی لوگوں کا احسان ہے کہ من وعن ارشادات باری اور ارشادات پیامبر ﷺ ہم تک پہنچے اب ہماری باری ہے اللہ کریم ہمیں خلوص بھی دیں۔ ہمت بھی دیں، توفیق بھی دیں، کہ ہم دین سیکھیں بھی اور آنے والی نسلوں تک اللہ کا دین اور اللہ کے نبی ﷺ کے ارشادات پوری ایمانداری سے پہنچائیں بھی۔ تو دین توارث سے پہنچا ہے وراثتاً پہنچا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحابہ کرام نے سیکھا اُن سے تابعین تبع تابعین نے اِسی طرح اکابرامت اور علماء حق سیکھتے اور سکھاتے چلے آئے اور انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ جب تک سورج طلوع وغروب ہوتا ہے تب تک جاری رہے گا۔

لیکن حالات وواقعات زمانہ جب ہم دیکھتے ہیں تو بڑی بڑی بھیانک تصویریں تاریخ میں نظر آتی ہیں۔ آپ دور مت جائیے تاتاریوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ وسط ایشیاء سے اُٹھے جنگلی اور وحشی قوم تھی۔ مسلمان ریاستوں کو تاراج کر دیا۔ کم وبیش ایک سو بائیس (۱۲۲) یا ایک سو بیالیس (۱۴۲) ایسے علمائے حق تھے جن کے مریدوں کے حلقے لاکھوں تک وسیع تھے، اور جو اللہ کے دین کی اشاعت کرتے تھے۔ جو تاتاریوں کے دربار میں پانجولاں شہید کئے گئے۔ جو لڑائیوں میں شہید ہوئے۔ شہروں کی تباہی میں تباہ ہوئے۔ بغداد ایک ایسا شہر تھا جو علم کا سمندر تھا اور بڑی بڑی لائبریریاں تھیں تاتاریوں نے دینی لائبریریاں اُٹھا کر دریابُرد کر دیں اور مورخ لکھتا ہے کہ چھ مہینے تک دجلہ کا پانی جب وہاں سے گزرتا تھا تو بڑی دور تک سیاہ ہو کر بہتا تھا چونکہ اُس زمانے میں آجکل کی طرح چھاپہ خانے نہیں تھے۔ روشنائی سے، قلم سے، اور ہاتھ سے کتابیں لکھی جاتی تھیں تو تاتاریوں نے اتنی کتابیں دریا برد کیں کہ چھ مہینے تک دجلہ جیسا عظیم دریا کا پانی سیاہ ہو کر بہتا رہا۔ تاتاریوں نے خون انسانی اتنا بہایا کہ ہر جرنیل شہر کو تباہ کرنے کے بعد اُس کے باہر شہرِ پناہ کے باہر دروازے پر سروں کے مینار بنایا کرتا تھا کہ کس کا مینار اونچا ہے اور اِس بے دردی سے قتل کرتے تھے کہ اگر کوئی حاملہ عورت قتل ہوتی تو اُس کے پیٹ سے بچہ نکال کر اُس کا بھی سر کاٹتے کہ چلو کچھ تو مینار میں یہ بھی کام دے گا۔ لیکن ہوا کیا۔ کیا اسلام مٹ گیا؟ جو جبر، جو بربریت، جو ظلم، تاتاریوں نے کیا۔ اُس سے یہ نظر آتا تھا کہ اب اسلام کا نام لیوا کوئی باقی نہ رہے گا لیکن وہ ایسا قادر ہے کہ اُس نے اُنہی تاتاریوں کو نورِ ایمان عطا کر دیا۔ مسلمانوں پر یہ قیامت کیوں ٹوٹی؟ ہماری طرح اُن کے اعمال بگڑ چکے تھے۔ اُن کے دلوں میں خلوص نہیں رہا تھا۔ کتابیں ہدایت کے لئے نہیں، مناظروں کے لئے اور ایک دوسرے کو شکست دینے کے لئے رہ گئی تھیں۔ اور جب تاتاری فوجیں بغداد شہر کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں تو شہر کے اندر اُس وقت بھی مولویوں میں کسی معمولی سی بات پر مناظرہ ہو رہا تھا۔ یعنی عالم یہ ہو گیا تھا کہ مسلمان فرقوں میں بٹ گئے تھے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں لڑنا، مناظرے کرنا، ایک دوسرے کو مارنا، ایک دوسرے کی مخالفت کرنا، جہاں کوئی کافر فوج آتی آدھے اُس کے ساتھ مل جاتے آدھے مقابلے میں مار کھانے والے ہوتے پھر اُن کی باری آجاتی۔

خلیفہ بغداد نے تاتاری سلطان کے ساتھ معاہدہ کیا کہ مجھے قتل نہیں کیا جائے گا تو میں شہر تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ اُس کے وزیر نے سازباز کی، تاتاریوں کو شہر کا راستہ بتایا اور بادشاہ سے بے وفائی کی۔ اُسے انہوں نے لالچ دیا تمہیں سلطان بنا دیں گے۔ لیکن

کہ لوگوں کو لالچ تو ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سے سود اور جوئے کے بارے شراب اور جوئے کے بارے سوال کرتے ہیں تو انہیں فرما دیجیے کہ ان میں بہت بڑا گناہ ہے **فیھما اثم ُ کبیر ُ**. یہ بہت بڑا ظلم ہے اور بہت بڑا جرم ہے اور یہ ایسا بڑا جرم ہے کہ یہ معاشرے کو تباہ کر دیتا ہے اور لاکھوں زندگیاں لاکھوں خاندان اس سے اُجڑ جاتے ہیں۔ **و منافع للناس** . اور کچھ لوگوں کو اس سے نفع بھی ہوتا ہے۔ یقینی بات ہے کہ جو بنا کر بیچتے ہیں یا جوئے کے اڈے بناتے ہیں تو ایسے کچھ چند لوگ ہوتے ہیں جو اُس سے کماتے بھی ہیں لیکن **اثمھما اکبر ُ من نفعھما**. اس سے جو نقصان ہوتا ہے جو گناہ ہوتا ہے جو اللہ کی نافرمانی ہوتی ہے وہ اُس منافع کے مقابلے میں کئی گنا بڑی ہے۔

ویسئلونک ماذا ینفقون. اور یہ سوال بھی کرتے ہیں کہ آخر اللہ کی راہ میں ہم کتنا کچھ خرچ کریں۔ قل العفو۔ آپ ﷺ ان سے فرما دیجئے کہ جو آپ کی ضرورت سے زائد ہو' جو آپ آسانی سے خرچ کر سکیں' جسے خرچ کرنے سے آپ کا کاروبار تباہ نہ ہو' آپ کی روزمرہ کی زندگی خراب نہ ہو' جسے خرچ کرنے سے آپ بچوں کا پیٹ پالنے سے محروم ہو جائیں یا گھر کی ضروریات سے محروم ہو جائیں وہ خیرات نہیں ہے۔ اللہ کی راہ میں ضرور خرچ کریں لیکن جو آپ کی ضرورت سے زائد ہو' جو آپ آسانی سے دے سکتے ہیں۔

کذٰلک یبین ُ اللہ لکم الایت. اس طرح سے اللہ تمام ایات کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی چیزیں اور جزیات واضح طور پر ارشاد فرما دیتا ہے۔ **لعلکم یتفکرون**. تا کہ تم خود بھی اُس پہ تفکر کرو غور کرو۔ سوچو اُس کے منافع اور اُس کے نقصان کا موازنہ کر کے سوچو تو عقل سلیم بھی یہ کہے گی کہ جس میں نفع ایک بندے کو ہوتا ہے اور نقصان لاکھوں کو ہوتا ہے اُس کے نفع کو دیکھا جائے یا اُس نقصان کو دیکھا جائے!

تو اسلام کا اور شریعت اسلامیہ کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جسے صالح مزاج قبول نہ کرے' عقل سلیم قبول نہ کرے بلکہ جہاں سے عقل قبول کرنے سے انکار کرتی ہے وہاں عقل میں فتور ہے۔ احکام شریعت جو ہیں وہ عین انسانی مزاج کے مطابق ہیں۔ اس لئے کہ انسان کا خالق وہی ہے اُس کے مزاج کا خالق وہی ہے۔ اور اس نظام کو بنانے والا بھی وہی قادر مطلق ہے اور اُس نے عین انسانی مزاج کے مطابق ترتیب دیا ہے۔ اگر کوئی انسان انسانیت سے گر جائے تو وہ بات الگ ہے اُس کی سوچیں انسانی مزاج سے گر جائیں انسانی منزل سے گر جائیں یہ الگ بات ہے لیکن احکام شرعی انسانی عقل سلیم بھی قبول کرتی ہے۔ **لعلکم تتفکرون**. تا کہ تم خود بھی اس میں سوچو تفکر کرو اور دیکھو کہ اس کے نتائج کیا ہیں اور بہتر کیا ہے۔

فی الدنیا والآخرۃ. جب سوچتے ہو تو دونوں جہانوں کو سامنے رکھا کرو۔ جب تفکر کرتے ہو تو صرف یہ نہ سوچو کہ جس نے شراب پی وہ تھوڑی دیر مدہوش ہو گیا' اُسے دنیا کے غم بھول گئے لیکن کیا اُس سے دنیا کے غم خوشی میں بدل جاتے ہیں۔ چند گھنٹوں بعد چند لمحوں بعد جب ہوش آئے گی تو وہ سارے دکھ تو پہلے سے زیادہ ڈراؤنے بن کر پھر سامنے کھڑے ہوں گے فائدہ کیا ہوا۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ آخرت میں اُس کا نتیجہ کیا ہو گا صرف یہ نہ دیکھو کہ دنیوی فائدہ ہے۔ جب تفکر کرتے ہو جب سوچتے ہو تو **فی الدنیا والآخرۃ**. دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کو سامنے رکھا کرو کہ جو انسانی اقدار ہیں وہ یہ ہیں کہ بندہ دنیا میں باعزت اور شریفانہ زندگی اور آسانی سے زندگی گزارے اور آخرت میں بھی اللہ کے نزدیک معزز و مکرم ہو اور اُسے اللہ کی رحمت نصیب ہو۔ اگر کوئی ایسا کام ہے جو دنیا کی دولت دیتا ہے لیکن آخرت کو تباہ کرتا ہے تو یہ تو بڑا خراب سودا ہے کہ دنیا وقتی اور عارضی ہے اور آخرت کو دوام ہے تو دائمی زندگی وقتی اور لمحاتی لذت

۔ کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ کہ اِس دنیا کی آلائشوں سے یکسر الگ اور مبرا رہ کر اللہ کے دین میں اپنی زندگیاں بسر کر گئے اور یہ اُنہی لوگوں کا احسان ہے کہ من وعن ارشادات باری اور ارشادات پیامبر ﷺ ہم تک پہنچے اب ہماری باری ہے اللہ کریم ہمیں خلوص بھی دیں۔ ہمت بھی دیں، توفیق بھی دیں، کہ ہم دین سیکھیں بھی اور آنے والی نسلوں تک اللہ کا دین اور اللہ کے نبی ﷺ کے ارشادات پوری ایمانداری سے پہنچائیں بھی۔ تو دین تو ارث سے پہنچا ہے وراثتاً پہنچا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحابہ کرام نے سیکھا اُن سے تابعین تبع تابعین نے اِسی طرح اکابر امت اور علماء حق سیکھتے اور سکھاتے چلے آئے اور انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ جب تک سورج طلوع وغروب ہوتا ہے تب تک جاری رہے گا۔

لیکن حالات وواقعات زمانہ جب ہم دیکھتے ہیں تو بڑی بڑی بھیانک تصویریں تاریخ میں نظر آتی ہیں۔ آپ دور مت جایئے تاتاریوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ وسط ایشیاء سے اُٹھے جنگلی اور وحشی قوم تھی۔ مسلمان ریاستوں کو تاراج کر دیا۔ کم وبیش ایک سو بائیس (۱۲۲) یا ایک سو بیالیس (۱۴۲) ایسے علمائے حق تھے جن کے مریدوں کے حلقے لاکھوں تک وسیع تھے، اور جو اللہ کے دین کی اشاعت کرتے تھے۔ جو تاتاریوں کے دربار میں پانچولاں شہید کئے گئے۔ جو لڑائیوں میں شہید ہوئے۔ شہروں کی تباہی میں تباہ ہوئے۔ بغداد ایک ایسا شہر تھا جو علم کا سمندر تھا اور بڑی بڑی لائبریریاں تھیں تاتاریوں نے دینی لائبریریاں اُٹھا کر دریا بُرد کر دیں اور مورخ لکھتا ہے کہ چھ مہینے تک دجلہ کا پانی جب وہاں سے گزرتا تھا تو بڑی دور تک سیاہ ہو کر بہتا تھا چونکہ اُس زمانے میں آجکل کی طرح چھاپہ خانے نہیں تھے۔ روشنائی سے، قلم سے، اور ہاتھ سے کتابیں لکھی جاتی تھیں تو تاتاریوں نے اتنی کتابیں دریا برد کیں کہ چھ مہینے تک دجلہ جیسا عظیم دریا کا پانی سیاہ ہو کر بہتا رہا۔ تاتاریوں نے خون انسانی اتنا بہایا کہ ہر جرنیل شہر کو تباہ کرنے کے بعد اُس کے باہر شہر پناہ کے باہر دروازے پر سروں کے مینار بنایا کرتا تھا کہ کس کا مینار اونچا ہے اور اِس بے دردی سے قتل کرتے تھے کہ اگر کوئی حاملہ عورت قتل ہوتی تو اُس کے پیٹ سے بچہ نکال کر اُس کا بھی سر کاٹتے کہ چلو کچھ تو مینار میں یہ بھی کام دے گا۔ لیکن ہوا کیا۔ کیا اسلام مٹ گیا؟ جو جبر، جو بربریت، جو ظُلم، تاتاریوں نے کیا۔ اُس سے یہ نظر آتا تھا کہ اب اسلام کا نام لیوا کوئی باقی نہ رہے گا لیکن وہ ایسا قادر ہے کہ اُس نے اُنہی تاتاریوں کو نورِ ایمان عطا کر دیا۔ مسلمانوں پر یہ قیامت کیوں ٹوٹی؟ ہماری طرح اُن کے اعمال بگڑ چکے تھے۔ اُن کے دلوں میں خلوص نہیں رہا تھا۔ کتابیں ہدایت کے لئے نہیں، مناظروں کے لئے اور ایک دوسرے کو شکست دینے کے لئے رہ گئی تھیں۔ اور جب تاتاری فوجیں بغداد شہر کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں تو شہر کے اندر اُس وقت بھی مولویوں میں کسی معمولی سی بات پر مناظرہ ہو رہا تھا۔ یعنی عالم یہ ہو گیا تھا کہ مسلمان فرقوں میں بٹ گئے تھے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں لڑنا، مناظرے کرنا، ایک دوسرے کو مارنا، ایک دوسرے کی مخالفت کرنا، جہاں کوئی کافر فوج آتی آدھے اُس کے ساتھ مل جاتے آدھے مقابلے میں مار کھانے والے ہوتے پھر اُن کی باری آجاتی۔

خلیفہ بغداد نے تاتاری سلطان کے ساتھ معاہدہ کیا کہ مجھے قتل نہیں کیا جائے گا تو میں شہر تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ اُس کے وزیر نے سازباز کی، تاتاریوں کو شہر کا راستہ بتایا اور بادشاہ سے بے وفائی کی۔ اُسے انہوں نے لالچ دیا تمہیں سلطان بنا دیں گے۔ لیکن

جب شہر فتح ہو گیا سلطان کو تاتاری دربار میں لایا گیا تو تاتاری سلطان نے حکم دیا کہ اسے قتل تو نہیں کرنا اسے کسی دری میں لپیٹ دو اور لاتیں مار مار کر اسے اتنا مارو کہ یہ مر جائے۔ چونکہ ہم نے اسے تلوار سے قتل نہیں کرنا، اس سے وعدہ کیا ہوا ہے اور اُس وزیر کو اُس نے یہ کہہ کر قتل کروا دیا کہ جس نے تجھے وزیرِ اعظم بنایا اور ساری سلطنت تیرے حوالے کی اُس سے تو نے دھوکا کیا۔ میں کس طرح تجھ پر اعتماد کرلوں اگر میں تجھ پر اعتبار کروں تو تُو میرے ساتھ بھی دھوکا کرے گا۔ اُسے بھی قتل کرا دیا گیا۔

لیکن کیا اسلام مٹ گیا؟ نہیں، علامہ مرحوم نے کہا تھا۔

؎ پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

یہی تاتاری لشکر جب دربند پہنچا دربند چھوٹا سا شہر تھا حضرت خواجہ دربندیؒ اپنے زمانے کے غوث تھے اور تنہا رہتے تھے۔ ایک کمبل لپیٹ کر اللہ اللہ کرتے رہتے تھے۔ رات دن کم ہی گفتگو فرماتے تھے۔ لوگ حاجات کے لئے جاتے تو آپ کوئی سا کاغذ جو اخبار کا تراشا یا کسی ڈبیا کا ٹکڑا یا کوئی پرزہ جو نظر آتا وہ اٹھا کر دے دیتے یہ پہن لو، یہ پی لو یہی تعویز ہے اور اُسی سے اللہ شفا دے دیتے تھے۔ جب دربند لشکر پہنچا۔ ہلاکو خان خود سربراہ تھا اور ہلاکو خان کا نام چنگیز کے بعد ہیبت کا نشان بن گیا تھا۔ جنگل سے گزرتے تو جنگلی جانوروں تک کو قتل کر جاتے۔ کسی پانی کے ذخیرے سے گزرتے تو اُس میں زہر ڈال دیتے۔ آبادیوں کی آبادیاں تاراج کر دیں۔ جب دربند پہنچے تو تاتاریوں کے پہنچنے پر شہر خالی ہو جایا کرتے تھے تو شہر کی خبر لی گئی۔ ایک جرنیل نے کہا کہ ایک بزرگ مسجد میں بیٹھا ہے اور اُس کے ساتھ ایک بندہ ہے باقی شہر تو خالی ہو گیا ہے۔ ہلاکو خان نے حکم دیا اُسے گرفتار کر کے لاؤ۔ جب گرفتار کر کے لائے گئے تو ہلاکو نے پوچھا کہ آپ کس جرات پر شہر میں بیٹھے رہے؟۔ انہوں نے کہا شہر میں نہیں، اللہ کے گھر بیٹھا رہا۔ میری عمر وہیں بسر ہو رہی ہے۔ میرا مسکن اللہ ہی کا گھر ہے۔ وہی میری پناہ ہے اور میں اللہ کے گھر بیٹھا تھا۔ مجھے غیر اللہ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے کسی ہلاکو وغیرہ کو میں نہیں جانتا۔ میں تو اُسے جانتا ہوں جو سب کا خالق ہے اور جس کے دستِ قدرت میں سب کی جان ہے۔ معروف تاریخی واقعی ہے ہلاکو نے کہا کہ تمہیں بیڑیاں اور زنجیریں لگی ہوئی ہیں اور تم اتنی بڑھ کر بات کر رہے ہو تو خواجہ محمد دربندیؒ نے ایک دفعہ اُن زنجیروں کی طرف دیکھ کر فرمایا اللہ' اور ساری زنجیریں ڈھیر ہو گئیں فرمایا مجھے کوئی زنجیر کسی کا قیدی نہیں بنا سکتی۔ تم مجھے زنجیروں میں نہیں باندھ سکتے۔ حیرت ناک واقعہ یہ ہے کہ ہلاکو اُن کا امیر تھا، لشکر کا سالار تھا، جرنیل تھا، اور تاتاریوں میں ہلاکو بڑا نام تھا تو اُس نے غصے سے کہا کہ زہر کا پیالہ لایا جائے اور انہیں میرے سامنے زہر پلائی جائے۔ زہر کا پیالہ لایا گیا جب انہیں پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور پورا پیالہ پی لیا۔ فرمایا میرے لئے تو اِس میں کوئی زہر نہیں ہے۔ یہ زہر تمہارے لئے ہو سکتا ہے مجھے تو اِس سے راحت ملی ہے۔ تو ہلاکو نے آگ جلوا دی جو اُس کے آفیسرز تھے یا جرنیل تھے اُن کو بلا لیا اور فوج کو جمع کر لیا کہ سب کے سامنے انہیں آگ میں ڈالا جائے اِن کو بھی اور ان کے ساتھی کو بھی باندھ کر آگ میں پھینک دو۔ مورخ لکھتا ہے کہ جب انہیں آگ میں پھینکا گیا تو آگ اِس طرح بھاگی جس طرح کوئی بڑا جانور کوئی دیوار گرتی ہے اور اُس کے ساتھ کوئی جانور بندھا ہو تو وہ رسے تڑوا کے بھاگتا ہے اِس طرح آگ اپنی جگہ چھوڑ کر بھاگی، جہاں وہ گرے وہ جگہ صاف تھی اور آگ آگے بھاگی۔ اُس کا سارا لشکر اسے چھوڑ کر بھاگ اٹھا،

کے پاس وسائل زیادہ ہیں ہاں سوچنے کی یہ بات ہے سمجھنے کی یہ بات ہے۔

وَمَا اَنفقتُم مِّنْ شِیءٍ فَھُوَ یُخلِفُہٗ، جو کوشش، جو بات، جو کام، تم اللہ کی رضا کے لئے کرو گے وہ ضائع نہیں جائے گا اُس کا اجر تمہیں دیا جائے گا۔ تم اس بات کو چھوڑ دو کہ کس طرف وسائل کتنے ہیں یہ دیکھو کہ اللہ کس طرف ہے اور اُس کے لئے تم کیا کر رہے ہو۔

ہماری ایک عجیب عادت ہے ہم دنیا کے حالات پہ تبصرہ کرتے ہیں۔ دنیا کی غیر مسلم طاقتوں کی قوت پہ تبصرہ کرتے ہیں۔ اُن کی فوجی برتری پہ تبصرہ کرتے ہیں۔ وہ اللہ کریم فرماتے ہیں ان باتوں سے تمہارا کوئی تعلق نہیں، تمہیں دیکھنا یہ ہے کہ تمہارے پاس کیا وسائل ہیں؟ جان تو ہے تمہارے پاس مال ہے، تمہارے پاس علم ہے، تمہارے پاس طاقت ہے، حکومت ہے، تمہارے پاس کیا ہے؟ تم اللہ کی راہ میں کیا دے رہے ہو؟ رب فرماتا ہے تم میرے ساتھ اپنا حساب سیدھا رکھو۔ باقی سب سے میں خود نپٹ لوں گا۔

اِنَّھُمْ یَکِیدُونَ کَیداً وَّاَکِیدُ کَیداً فَمَھِّلِ الکٰفِرِینَ اَمْھِلْھُمْ رُوَیداً ○ یہ بھی تدبیریں کرتے ہیں قدرت کی اپنی تدبیریں ہوتی ہیں۔ کفر کو چند روز مہلت دے دیتا ہے۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوقاً ○ جب حق آتا ہے تو باطل کو مٹنا پڑتا ہے اِس لئے کہ مٹنا باطل کا مقدر ہے۔ یہ اُس کی مرضی کہ کس میدان میں لے کر اُسے شکست سے دوچار کرتا ہے۔ یہ اُس کی مرضی کہ کس عالم میں اُسے بے دست و پا کرتا ہے۔ آخر ایک زمانے میں امریکہ بھی روس سے ڈرتا تھا۔ آپ نے دیکھا۔

حضرت جیؒ کے سامنے بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ میں بھی حاضر تھا۔ کسی نے بات کی کہ روس بہت بڑی طاقت ہے اور روس نے تو افغانوں کو بالکل بے دست و پا کر دیا اور پورے ملک پر قبضہ کر لیا اور تباہ کر دیا۔ حضرتؒ نے فرمایا "روس خود تباہ ہوسی اور منگ کے کھاسی" پنجابی میں آپؒ نے فرمایا کہ روس گدا کر کے کھائے گا۔ اور خود تباہ ہو جائے گا اور اُسی وقت یہ بات کس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ یہ تو دنیا کی سُپر پاور ہے پھر ہم نے دیکھا ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ روس نے دنیا کے سامنے خیرات کے لئے ہاتھ پھیلائے اور اپیل کی کہ میرے بندے بھوکے مر رہے ہیں۔ میری مدد کی جائے۔ کوئی ملک مجھے کھانے کے لئے کچھ دے دے۔ وہ ایسا قادر ہے۔ آج میری، کل تمہاری باری ہے۔ آج روس کی تھی کل امریکہ کی باری بھی آ جائے گی۔ اور انشاء اللہ مجھے قوی یقین ہے میرا ایمان ہے کہ اِس ظالم کی بربادی بھی ہم دیکھیں گے انشاء اللہ یہ کوئی دور کی بات نہیں ہے۔ انشاء اللہ العزیز اللہ کا دین باقی رہے گا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد باقی رہے گا۔ قرآن باقی رہے گا۔ کلمہ حق باقی رہے گا۔ اور یہی کلمہ ھی العُلیٰ۔ یہی وہی کلمہ ہے جو بہت بلند ہے۔ جس میں عظمت الٰہی کا اقرار ہے۔ جس میں پیامبر اسلام ﷺ کی رسالت و نبوت کا اور آپ ﷺ کی عظمت کا اقرار ہے۔ اسی کلمے کے نصیب میں ہے کہ یہ سب پر غالب رہے۔

آج جو میں اور آپ سوچتے ہیں کہ اسلام مظلوم ہے تو اسلام پر ظلم کفر نہیں، وہ مسلمان کر رہا ہے جو اسلام کے ساتھ مخلص نہیں ہے۔ آج اسلام پر ظلم وہ مسلمان کر رہا ہے جو اسلام کے نام پر چوری کرتا ہے۔ وہ مسلمان کر رہا ہے جو اسلام کے نام پر دھوکا دیتا ہے۔ وہ مسلمان اسلام پر ظلم کر رہا ہے جو اسلام کے نام پر منافقت کرتا ہے اور دنیوی مفاد کے لئے بک جاتا ہے چند ٹکوں کے لئے بک جاتا ہے، تھوڑی سی عزت کے لئے بک جاتا ہے، تھوڑی سی شہرت کے

جب شہر فتح ہو گیا سلطان کو تاتاری دربار میں لایا گیا تو تاتاری سلطان نے حکم دیا کہ اسے قتل تو نہیں کرنا اسے کسی دری میں لپیٹ دو اور لاتیں مار مار کر اسے اتنا مارو کہ یہ مَر جائے۔ چونکہ ہم نے اسے تلوار سے قتل نہیں کرنا، اِس سے وعدہ کیا ہوا ہے اور اُس وزیر کو اُس نے یہ کہہ کر قتل کروا دیا کہ جس نے تجھے وزیر اعظم بنایا اور ساری سلطنت تیرے حوالے کی اُس سے تو نے دھوکا کیا۔ میں کس طرح تجھ پر اعتماد کر لوں اگر میں تجھ پر اعتبار کروں تو تُو میرے ساتھ بھی دھوکا کرے گا۔ اُسے بھی قتل کرا دیا گیا۔

لیکن کیا اسلام مٹ گیا؟ نہیں، علامہ مرحوم نے کہا تھا۔

ع پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

یہی تاتاری لشکر جب دربند پہنچا دربند چھوٹا سا شہر تھا حضرت خواجہ دربندیؒ اپنے زمانے کے غوث تھے اور تنہا رہتے تھے۔ ایک کمبل لپیٹ کر اللہ اللہ کرتے رہتے تھے۔ رات دن کم ہی گفتگو فرماتے تھے۔ لوگ حاجات کے لئے جاتے تو آپ کوئی سا کاغذ جو اخبار کا تراشا یا کسی ڈبیا کا ٹکڑا یا کوئی پرزہ جو نظر آتا وہ اٹھا کر دے دیتے یہ پہن لو، یہ پی لو یہی تعویز ہے اور اُسی سے اللہ شفا دے دیتے تھے۔ جب دربند لشکر پہنچا۔ ہلاکو خان خود سربراہ تھا اور ہلاکو خان کا نام چنگیز کے بعد ہیبت کا نشان بن گیا تھا۔ جنگل سے گزرتے تو جنگلی جانوروں تک کو قتل کر جاتے۔ کسی پانی کے ذخیرے سے گزرتے تو اُس میں زہر ڈال دیتے۔ آبادیوں کی آبادیاں تاراج کر دیں۔

جب دربند پہنچے تو تاتاریوں کے پہنچنے پر شہر خالی ہو جایا کرتے تھے تو شہر کی خبر لی گئی۔ ایک جرنیل نے کہا کہ ایک بزرگ مسجد میں بیٹھا ہے اور اُس کے ساتھ ایک بندہ ہے باقی شہر تو خالی ہو گیا ہے۔ ہلاکو خان نے حکم دیا اُسے گرفتار کر کے لاؤ۔ جب گرفتار کر کے لائے گئے تو ہلاکو نے پوچھا کہ آپ کس جرات پر شہر میں بیٹھے رہے؟۔ انہوں نے کہا شہر میں نہیں، اللہ کے گھر بیٹھا رہا۔ میری عمر وہیں بسر ہو رہی ہے۔ میرا مسکن اللہ ہی کا گھر ہے۔ وہی میری پناہ ہے میں اللہ کے گھر بیٹھا تھا۔ مجھے غیر اللہ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے کسی ہلاکو وغیرہ کو میں نہیں جانتا۔ میں تو اُسے جانتا ہوں جو سب کا خالق ہے اور جس کے دستِ قدرت میں سب کی جان ہے۔ معروف تاریخی واقعی ہے ہلاکو نے کہا کہ تمہیں بیڑیاں اور زنجیریں لگی ہوئی ہیں اور تم اتنی بڑھ کر بات کر رہے ہو تو خواجہ محمد دربندیؒ نے ایک دفعہ اُن زنجیروں کی طرف دیکھ کر فرمایا اللہ، اور ساری زنجیریں ڈھیر ہو گئیں فرمایا مجھے کوئی زنجیر کسی کا قیدی نہیں بنا سکتی۔ تم مجھے زنجیروں میں نہیں باندھ سکتے۔

حیرت ناک واقعہ یہ ہے کہ ہلاکو اُن کا امیر تھا، لشکر کا سالار تھا، جرنیل تھا، اور تاتاریوں میں ہلاکو بڑا نام تھا تو اُس نے غصے سے کہا کہ زہر کا پیالہ لایا جائے اور انہیں میرے سامنے زہر پلائی جائے۔ زہر کا پیالہ لایا گیا جب انہیں پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور پورا پیالہ پی لیا۔ فرمایا میرے لئے تو اِس میں کوئی زہر نہیں ہے۔ یہ زہر تمہارے لئے ہو سکتا ہے مجھے تو اِس سے راحت ملی ہے۔ تو ہلاکو نے آگ جلوا دی جو اُس کے آفیسرز تھے یا جرنیل تھے اُن کو بلا لیا اور فوج کو جمع کر لیا کہ سب کے سامنے انہیں آگ میں ڈالا جائے اِن کو بھی اور ان کے ساتھی کو بھی باندھ کر آگ میں پھینک دو۔ مورخ لکھتا ہے کہ جب انہیں آگ میں پھینکا گیا تو آگ اِس طرح بھاگی جس طرح کوئی بڑا جانور کوئی دیوار گرتی ہے اور اُس کے ساتھ کوئی جانور بندھا ہو تو وہ رسے تڑوا کے بھاگتا ہے اِس طرح آگ اپنی جگہ چھوڑ کر بھاگی، جہاں وہ گرے وہ جگہ صاف تھی اور آگ آگے بھاگی۔ اُس کا سارا لشکر اسے چھوڑ کر بھاگ اٹھا،

کے پاس وسائل زیادہ ہیں ہاں سوچنے کی یہ بات ہے سمجھنے کی یہ بات ہے۔

وَمَا اَنفقتم مِنْ شِیءٍ فَھُوَ یُخلِفُہٗ جو کوشش، جو بات، جو کام، تم اللہ کی رضا کے لئے کرو گے وہ ضائع نہیں جائے گا اُس کا اجر تمہیں دیا جائے گا۔ تم اس بات کو چھوڑ دو کہ کس طرف وسائل کتنے ہیں یہ دیکھو کہ اللہ کس طرف ہے اور اُس کے لئے تم کیا کر رہے ہو۔

ہماری ایک عجیب عادت ہے ہم دنیا کے حالات پہ تبصرہ کرتے ہیں۔ دنیا کی غیر مسلم طاقتوں کی قوت پہ تبصرہ کرتے ہیں۔ اُن کی فوجی برتری پہ تبصرہ کرتے ہیں۔ وہ اللہ کریم فرماتے ہیں ان باتوں سے تمہارا کوئی تعلق نہیں، تمہیں دیکھنا یہ ہے کہ تمہارے پاس کیا وسائل ہیں؟ جان تو ہے تمہارے پاس مال ہے، تمہارے پاس علم ہے، تمہارے پاس طاقت ہے، حکومت ہے، تمہارے پاس کیا ہے؟ تم اللہ کی راہ میں کیا دے رہے ہو؟ رب فرماتا ہے تم میرے ساتھ اپنا حساب سیدھا رکھو۔ باقی سب سے میں خود نپٹ لوں گا۔

اِنَّھُم یَکِیدُونَ کَیداً وَاَکِیدُ کَیداً فَمَھِلِ الکٰفِرِینَ اَمْھِلْھُمْ رُوَیداً ○ یہ بھی تدبیریں کرتے ہیں قدرت کی اپنی تدبیریں ہوتی ہیں۔ کفر کو چند روز مہلت دے دیتا ہے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوقاً ○ جب حق آتا ہے تو باطل کو مٹنا پڑتا ہے اِس لئے کہ مٹنا باطل کا مقدر ہے۔ یہ اُس کی مرضی کہ کس میدان میں لے کر اُسے شکست سے دوچار کرتا ہے۔ یہ اُس کی مرضی کہ کس عالم میں اُسے بے دست و پا کرتا ہے۔ آخر ایک زمانے میں امریکہ بھی روس سے ڈرتا تھا۔ آپ نے دیکھا۔

حضرت جیؒ کے سامنے بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ میں بھی حاضر تھا۔ کسی نے بات کی کہ روس بہت بڑی طاقت ہے اور روس نے تو افغانوں کو بالکل بے دست و پا کر دیا اور پورے ملک پر قبضہ کر لیا اور تباہ کر دیا۔ حضرتؒ نے فرمایا ''روس خود تباہ ہوسی اور منگ کے کھاسی'' پنجابی میں آپؒ نے فرمایا کہ روس گدا کر کے کھائے گا۔ اور خود تباہ ہو جائے گا اور اُسی وقت یہ بات کس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ یہ تو دنیا کی سُپر پاور ہے پھر ہم نے دیکھا ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ روس نے دنیا کے سامنے خیرات کے لئے ہاتھ پھیلائے اور اپیل کی کہ میرے بندے بھوکے مر رہے ہیں۔ میری مدد کی جائے۔ کوئی ملک مجھے کھانے کے لئے کچھ دے دے۔ وہ ایسا قادر ہے۔ آج میری، کل تمہاری باری ہے۔ آج روس کی تھی کل امریکہ کی باری بھی آ جائے گی۔ اور انشاء اللہ مجھے قوی یقین ہے میرا ایمان ہے کہ اِس ظالم کی بربادی بھی ہم دیکھیں گے انشاء اللہ یہ کوئی دور کی بات نہیں ہے۔ انشاء اللہ العزیز اللہ کا دین باقی رہے گا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد باقی رہے گا۔ قرآن باقی رہے گا۔ کلمہ حق باقی رہے گا۔ اور یہی کلمہ ھی العُلیٰ. یہی وہی کلمہ ہے جو بہت بلند ہے۔ جس میں عظمت الٰہی کا اقرار ہے۔ جس میں پیامبر اسلام ﷺ کی رسالت و نبوت کا اور آپ ﷺ کی عظمت کا اقرار ہے۔ اسی کلمے کے نصیب میں ہے کہ یہ سب پر غالب رہے۔

آج جو میں اور آپ سوچتے ہیں کہ اسلام مظلوم ہے تو اسلام پر ظلم کفر نہیں، وہ مسلمان کر رہا ہے جو اسلام کے ساتھ مخلص نہیں ہے۔ آج اسلام پر ظلم وہ مسلمان کر رہا ہے جو اسلام کے نام پر چوری کرتا ہے۔ وہ مسلمان کر رہا ہے جو اسلام کے نام پر دھوکا دیتا ہے۔ وہ مسلمان اسلام پر ظلم کر رہا ہے جو اسلام کے نام پر منافقت کرتا ہے اور دنیوی مفاد کے لئے بک جاتا ہے چند ٹکوں کے لئے بک جاتا ہے، تھوڑی سی عزت کے لئے بک جاتا ہے، تھوڑی سی شہرت کے

لئے بک جاتا ہے، حکومت میں شریک ہونے کے لئے بک جاتا ہے، کیسی عجیب بات ہے کہ کیسے کیسے لوگ اِس طرح بکتے ہیں جس طرح قربانی پر جانور بیچے جاتے ہیں۔ آج کے مسلمان کا یہ کردار سبب بن رہا ہے۔ ظلم کے بڑھنے کا اور کفر کی آندھیوں کو بڑھانے کا۔

یاد رکھو اگر ساری اسلامی ریاستیں بھاگ گئیں تو اللہ کا ایک بندہ خواجہ محمد دربندیؒ تو بیٹھا رہا۔ اُسے کسی بڑی فوج کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر خدانخواستہ ہم سب بھی ساتھ چھوڑ دیں گے تو بھی کوئی بندہ تو اُس کا ایسا ہوگا جو حق کا علم بلند کئے اُس کی ذات کے بھروسے پر بیٹھا رہے گا اور کفر کے لئے چیلنج بنا رہے گا۔ اور شاید خوش نصیب ہوگی وہ قوم جسے اُس کے طفیل ایمان نصیب ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اسلام کو رہنا ہے، قرآن کو رہنا ہے، دین برحق کو رہنا ہے، اور غلبہ محمد رسول ﷺ کیلئے اور آپ ﷺ کے دین کے لئے ہے اور طے شدہ بات ہے۔ لَاغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِہ۔ میں غالب رہوں گا میرے سارے رسول غالب رہیں گے اور ہر رسول فاتح رہا۔ کسی رسول کو تاریخ میں شکست نہیں ہوئی۔ حالات تو اِس سے بھی بدتر ہوتے رہے۔ حالات نے تو آقائے نامدار ﷺ کو اور آپ ﷺ کے جاں نثاروں سمیت شعب ابی طالب میں بند کر دیا اور قوم نے مقاطع کر دیا کہ کوئی انہیں پانی کا قطرہ بھی نہ دے اور کھانے کا کوئی ایک دانہ بھی نہ دے۔ لیکن مٹا کون؟ کفر مٹ گیا اور حق غالب آیا فتح محمد رسول اللہ ﷺ کے قدم چومتی تھی۔ فتح آپ ﷺ کے غلاموں کے قدم چومتی تھی۔ اور جن گھوڑوں کو دوڑا دوڑا کر لوگوں نے غلبہ اسلام کے لئے جہاد کیا اللہ کو اتنے پیارے تھے کہ رب العالمین نے اُن گھوڑوں کے سُموں کی قسمیں کھائیں۔ سوار تو سوار رہے۔ قرآن حکیم میں رب العلمین نے اُن گھوڑوں کے سُموں اور اُن سے اڑتی ہوئی چنگاریوں کو غلبہ اسلام پر گواہ قرار دیا اُن گھوڑوں کی قسم سے مراد ہوتا ہے کہ جس کی قسم کھائی جائے۔ اُسے گواہ بنایا جاتا ہے۔ فرمایا میرے اُن مجاہدوں کے گھوڑوں کی سموں سے اڑتی ہوئی چنگاریاں بھی اِس بات پہ شاہد ہیں کہ اللہ کا دین غالب رہے گا۔ اللہ کے بندے غالب رہیں گے اور غلبہ اُن کے لئے ہے۔ جو اللہ پر بھروسہ کریں گے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا حق ادا کریں گے۔ لیکن بات بڑی پتے کی ہے اور قرآن کریم کی ہر بات دانش کی ہوتی ہے اور حق یہ ہے کہ قرآن کی کوئی ایک آیت نازل کر دی جاتی اور باقی سارا قرآن نازل نہ ہوتا تو پوری انسانی زندگی کے لئے وہ ایک آیت کافی تھی ہر آیت میں پوری انسانی زندگی کا مفہوم بیان ہو جاتا ہے۔ یہ قرآن کا اعجاز ہے پھر اتنا قرآن اُس نے کیوں نازل فرمایا یہ اُس کا احسان ہے کہ اُس نے مشت غبار کو اپنے کلام سے آشنا کر دیا اور اتنا کم وبیش ساڑھے چھ ہزار آیات نازل فرمادیں۔

لیکن بدنصیبی دیکھیے کہ جس قرآن کی ایک آیت زندگی کا نظام ترتیب دینے کے لئے کافی ہے، اُس کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہم پر اثر نہیں کر پا رہی۔ کیسی عجیب بات ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب سوال کیا گیا۔

مَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسیٰ ٥ طُور پر سوال ہوا۔ اللہ کریم نے پوچھا موسیٰ علیہ السلام یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ جواباً عرض کیا ھِیَ عَصَایَ۔ اَتَوَکَّوا عَلَیْھَا وَاَھُشُّ بِھَا عَلیٰ غَنَمِی وَلِیَ فِیْھَا مَاٰرِبُ اُخْریٰ ٥ یہ میرا عصا ہے۔ میں اِس پر ٹیک بھی لگاتا ہوں۔ اس سے اپنی بکریاں بھی چراتا ہوں اور بہت سے دوسرے اِس کے فائدے گن دیے۔ مفسرین کرام اِس کی تفسیر پہ جب بحث فرماتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ادب تو یہ ہے کہ جو بات

پوچھی جائے اُس کا جواب دے دیا جائے۔ یہ تقاضائے ادب ہے کہ جو بات پوچھی جائے اُس کا قصہ نہ بنایا جائے، اُسے بڑھایا نہ جائے، جتنی بات پوچھی جائے اُتنا جواب دیا جائے۔ اور نبی تو ادب سکھانے والے ہوتے ہیں نبی کی جوتیوں اور اُن کی خاک پا کے طفیل لوگوں کو ادب نصیب ہوتا ہے۔ اور یہ موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم رسول ہیں۔ سوال ہوا مَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى. تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ موسیٰ علیہ کا جواب تھا هِيَ عَصَايَ. یہ میرا عصا ہے بات ختم ہوگئی پھر اتنی لمبی بات انہوں نے کیوں کی؟ تو وہاں علماء لکھتے ہیں۔

بیک لفظ تواں گفتن تمنائے جہان را

پوری دنیا کی بات ایک لفظ میں ختم ہو جاتی ہے آپ ہاں کہہ دو یا نہ کہہ دو بات ختم ہو جاتی ہے۔ دنیا کی کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ایک لفظ پر ختم نہ کی جاسکتی ہو۔ یا ہاں کہہ دو یا نہ۔ ایک لفظ ہاں کہہ دو بات ختم ہوگئی نہ کہہ دو بات ختم ہوگئی لیکن فرمایا۔

مَن از بحر حضوری طول دا دند داستاں را

مجھے تو آپ سے شرف ہم کلامی نے وہ لذت بخشی کہ میں اُسے قائم رکھنے کے لئے بات کو بڑھاتا چلا گیا وہ فرماتے ہیں لذت ہم کلامی نے موسیٰ علیہ السلام کو مجبور کر دیا کہ وہ بات کو بڑھاتے چلے گئے کہ بات اللہ سے ہو رہی تھی۔

تو قرآن کریم کی اتنی آیات مبارکہ یہ محض اُس کا احسان ہے کہ لذتِ حضوری عطا کر دی۔ اُس نے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب قرآن پڑھو تو اس انداز سے پڑھو کہ میرا رب میرے ساتھ بات کر رہا ہے۔ وہ تمہیں مخاطب کرے گا۔ تمہیں کہے گا یہ کرو، تمہیں کہے گا یہ نہ کرو۔ تمہیں کہے گا آؤ میں تمہیں فلاں قوم کا قصہ سناتا ہوں۔ آؤ میں تمہیں لوگوں کے حالات بتاتا ہوں۔ آؤ میں تمہیں دنیا کی بات بتاتا ہوں۔ آؤ میں تمہیں آخرت کی بات بتاتا ہوں۔ آؤ میں تمہیں کاروبار کا سلیقہ سکھاتا ہوں، اللہ ارشاد فرما رہا ہے اور تم سُن رہے ہو۔ فرمایا، قرآن جب بھی کھولو اِس طرح پڑھو کہ میرا رب مجھ سے بات کر رہا ہے۔ ہم لوگوں کے لئے قرآن پڑھتے ہیں جسے تلاوت نصیب ہوتی ہے وہ خود اس انداز سے پڑھے کہ میرا رب میرے ساتھ بات کر رہا ہے۔ اور یہ اُس کا کرم ہے کہ اُس نے اتنی عظیم کتاب ہم جیسے ناکارہ لوگوں تک پہنچا دی کہ مجھ سے بات تو کرو۔ اب ہم کیسے لوگ ہیں کہ ہم پر اللہ کی بات اثر نہیں کرتی، ہم کیسے لوگ ہیں کہ ہم نے اسے ریشمی غلافوں میں لپیٹ کر طاقوں میں سجا دیا اور الماریوں میں رکھ دیا اور ہم کیسے لوگ ہیں کہ جھوٹ بولنا ہو تو اِس کی قسمیں اٹھاتے ہیں، ہم کیسے لوگ ہیں کہ کسی نے اسے معاذ اللہ جنتر منتر سمجھ لیا، کسی نے اُسے تعویز کی کتاب بنا لیا۔ کسی نے اسے ذریعہ روزگار بنا لیا، یہ تو رب العٰلمین اپنے ہر اُس بندے سے کلام فرما رہا ہے جو اُس کی کتاب کھول کر پڑھنے بیٹھتا ہے اور اُسی کو بتا رہا ہے۔

گھبراؤ نہیں، اگر کفر کے پاس، دولت زیادہ ہے تو اُسے میں نے دی ہے۔ وہ مجھ سے چھین کر نہیں لے گیا۔ میں نے دی ہے اور جب میں چاہوں گا ساری دولت سلب کرلوں گا۔ اُسے بھوکا، مفلس اور گداگر بنا دوں گا۔ یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ یہ میرا کام ہے کفر دین کو مٹا دینا چاہتا ہے۔ فرمایا نہیں مٹا سکے گا بلکہ مٹنا اِس کا مقدر ہے۔ مٹے گا بھی اور ان کافروں کو تم دیکھو گے انہیں کس طرح عذاب میں پھینکا جاتا ہے آگے فرماتا ہے اپنی بات کرو تم میرے لئے کیا کر رہے ہو؟ تم دوسروں کی بات چھوڑ دو۔ تم امریکہ کا رعب مجھے نہ دکھاؤ میری

مخلوق ہے میں جانتا ہوں اُس کے پاس کیا ہے؟ تم مجھے ہندوستان نہ دکھاؤ ہندوستان میں نے پیدا کیا ہے اور اُس کے وسائل میں نے پیدا کئے ہیں۔ میں مالک ہوں میں جانتا ہوں تم میرے ساتھ اپنی بات کرو۔

مَا اَنۡفَقۡتُمۡ. تم نے میرے راستے میں کیا کیا۔ کیا تم نے میری خاطر جھوٹ بولنا چھوڑ دیا؟ کیا تم نے مجھے راضی کرنے کے لئے درد دل سے میرے سجدے کئے؟ یا تمہارا رکوع و سجود ذوق سے خالی ہے۔ کیا تم میرے لئے اپنی جان، اپنا مال، میری راہ میں قربان کررہے ہو؟ کیا تم میری بات کررہے ہو؟ کفر تو زور لگا رہا ہے تم بھی کفر کے مقابلے کے لئے کچھ کررہے ہو؟ وہ بات میرے ساتھ کرو۔ کہ تم میری راہ میں کیا کررہے ہو؟ کتنی خوبصورت بات ہے کہ ہمیں دوسروں کو زیر بحث لانے کی بجائے، دوسروں کے حالات پر بحث کرنے کی بجائے، کاش اللہ ہمیں توفیق دے ہم اپنے گریباں میں جھانکیں کہ میں غلبہ اسلام کے لئے کیا کررہا ہوں، اور اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے وسائل غلبہ اسلام کے لئے استعمال کریں۔ اسلام کو غلبہ آپ کی وجہ سے نہیں ہونا، اللہ کی تائید سے ہونا ہے۔ جسے وہ توفیق دے گا اسلام کے ساتھ تعاون کی، اسلام کے ساتھ وفا کی، یہ اُس کا احسان ہے اسلام کو غالب ہونا ہے اور وہ قادر ہے وہ چاہے تو کافروں کو بھی ایمان عطا کردے۔ وہ چاہے تو پتھروں سے خدمت لے سکتا ہے، وہ چاہے تو درختوں سے خدمت لے سکتا ہے، وہ جھاڑیوں سے اور پرندوں سے خدمت لے سکتا ہے، ابرہہ ہاتھیوں کا لشکر لے کر آیا اُس نے ابابیلوں کو حکم دے دیا۔ اب ہاتھی کہاں اور ابابیل کہاں؟ ہر کنکر ایٹم بم بن گیا۔ مورخ لکھتا ہے کہ اگر ہاتھی کی پشت پہ لگتا تھا تو اُس کے پاؤں تک چیرتا چلا جاتا تھا اور اُس طرح بنا دیئے تھے۔

كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ o جس طرح جانور بھوسے کو چبا کر جس طرح کردیتا ہے اُس طرح ہاتھیوں اور اُس کی فوج کا حال کردیا تھا۔ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ o چبائے ہوئے بھوسے کی طرح، بھوسا پہلے ریزہ ریزہ ہوتا ہے پھر اُسے جانور چبا بھی لے تو جو حشر اُس کا ہو جاتا ہے وہ اُن کا کردیا تھا وہ قادر ہے

غلبہ دین حق کو ہوگا میرے بھائی! سوچا کرو کہ ہم غلبہ حق کے لئے کیا کررہے ہیں؟ اللہ ہمارے گناہ معاف فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اُس کے دین برحق کے لئے اپنی حیثیت کے مطابق خدمت بجا لائیں۔ ایمان پہ زندہ رکھے۔ ایمان کے ساتھ موت نصیب فرمائے اور ایمانداروں کے ساتھ حشر فرمائے۔ انشاء اللہ العزیز یہ معرکہ حق و باطل دیکھیں گے۔ اللہ ہمیں بھی موقع دے گا ہمیں بھی توفیق دے گا کہ ہم کفر کو تباہ ہوتا ہوا دنیا میں دیکھیں اور کافروں کا تماشہ آخرت میں تو ضرور دیکھیں گے۔ آمین

فنا فی الرسول ﷺ کی ایک کیفیت

فرمایا۔ یہ ایک مراقبہ ہوتا ہے فنا فی الرسول ﷺ میں کہ جسم کا ہر عضو الگ الگ ہو کر ذکر کرتا ہے۔ اور بعض اوقات وہ مراقبہ اتنا قوی ہو جاتا ہے کہ جسم ہوتا سلامت ہے لیکن اس مراقبے کے اثر سے دیکھنے والے کو الگ الگ نظر آتا ہے۔ فی الواقعہ جسم الگ نہیں ہوتا۔

..........☆☆☆..........

☆☆☆☆☆☆

ہمارا مشن دنیا کو چھوڑ کر بیٹھے رہنا نہیں

ہے بلکہ یہ دنیا ہمارے رب کی ہے اس نے ہم سب کو

رہنے کے لئے دی ہے اور ہمیں اسے سنوارنے کے لئے بھیجا

ہے۔ ہمارا مشن یہ ہے کہ ترک دنیا کی بجائے ہم اس دنیا کو استعمال

کریں جس کے لئے یہ بنی ہے اور جو قاعدہ رب کریم نے اسے

استعمال کرنے کا ارشاد فرمایا ہے تاکہ دنیا پر یہ ثابت ہو جائے کہ اسلام

یا ذکر الٰہی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے۔ یہ پستیوں سے اٹھا

کر عظمتوں سے آشنا کرنے کا آسان ترین راستہ اور مختصر

ترین زینہ ہے۔

کنز الطالبین

یونیک انٹرنیشنل گارمنٹس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

یو۔کے ہوزری پل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2664028 041-2665971

اسرائیلی توسیع پسندانہ عزائم کو منہ توڑ جواب کون دیگا؟

حکیم سید محمود احمد سروسہار نپوری

ایک طویل عرصے سے اہل فلسطین اسرائیلی دہشت گردی کا شکار ہیں اسرائیلی ریاست پہلی جنگ عظیم کے بعد اس وقت کی اتحادی قوتوں کی سرپرستی میں دنیا بھر سے آئے ہوئے یہودیوں نے اس دعوے کی بنیاد پر زبردستی قائم کی کہ فلسطین کا علاقہ کبھی بنی اسرائیل کا آبائی وطن تھا عملاً یہ ریاست کسی بھی قانون' کسی بھی سیاست اخلاقی ضابطے کے مطابق دنیا کے کسی علاقے میں قائم نہیں کی جاسکتی لیکن امریکہ اور تمام طاقتور یورپی قوموں نے اسرائیل کی مسلسل حمایت کی ہے یہی وجہ ہے کہ ایک ناجائز ریاست ہونے کے باوجود اسرائیلی دنیا کے نقشے پر موجود ہے اور اس کی طاقت' خودسری اور بدمستی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

عالمی طاقتوں کے نزدیک اسرائیل کے قیام اور اس کو ایک مستقل چوکیدار کی حیثیت سے مشرقی وسطی کے قلب میں بٹھانے کا ایک بنیادی مقصد مسلمانوں کے انتشار اور افتراق کو مستقل طور پر جاری رکھنا اور اپنے مفادات کو محفوظ بنانا بھی تھا۔ ان طاقتوں نے ہر طرح کی جدید ترین ٹیکنالوجی کے علاوہ سیاسی اور مادی لحاظ سے اسرائیل کو اتنی امداد دی کہ دنیا کی مختصر ترین آبادی کی یہ ننھی منی ریاست آج دنیا کی بڑی ایٹمی قوتوں میں ایک نمایاں حیثیت اختیار کر چکی ہے اسے یورپ اور امریکہ کی مکمل تائید' خوشنودی اور ہر وہ اختیار حاصل ہے جو دنیا کی کسی بھی ریاست بلکہ خود سپر پاور امریکہ کو بھی نصیب نہیں ہے۔ یہ ریاست جس دن سے وجود میں آئی ہے اپنے گرد و پیش کی تمام مسلمان ریاستوں کیلئے شدید خطرہ بنی ہوئی ہے۔ اسے نہ سلامتی کونسل کی مداخلت کا خدشہ ہے نہ اقوام متحدہ کا خوف یہ جب چاہے مصر پر چڑھ دوڑے' اردن کو آنکھیں دکھائے' شام کی گولان کی پہاڑیوں پر قبضہ کر لے' لبنان پر ہوائی حملے کرے جس ملک کو چاہے جنگ کی دھمکی دے اور فلسطینی ریاست کو جس طرح چاہے تشدد کا نشانہ بنائے' نہتے فلسطینیوں پر ٹینک چڑھا دے' ہوائی حملے کرے اور فلسطینیوں کے محبوب لیڈروں کو باقاعدہ اعلان کر کے قتل کر دے۔ اس سے بڑا ستم بھی کوئی ہوگا کہ نائب وزیراعظم سمیت ایک آزاد ریاست کی پارلیمنٹ کے منتخب نمائندوں کی کثیر تعداد کو اسرائیل نے گرفتار کر رکھا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ ایک طرف اسرائیل فلسطین کی ایک منتخب حکومت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں اور دوسری طرف حماس حکومت کو بے دست و پا کرنے کیلئے فلسطین کی وہ امداد بند کر دی گئی ہے جو اسے اس وقت تک دی جا رہی تھی جب تک کہ فلسطین پر امریکہ اور یورپ نے اپنی مرضی اور پسند کی قیادتیں مسلط کر رکھی تھیں۔ اگرچہ نہ اہل فلسطین کو ان پر اعتماد تھا اور نہ وہ ان کی نمائندہ تھیں۔

جب جمہوریت کے مسلمہ اصولوں کے تحت اور عالمی امن کے ٹھیکیداروں کے سارے حربوں اور اندازوں کے علی الرغم فلسطینیوں نے ووٹ کے ذریعے سازشوں کے سارے منصوبے کو ناکام بنا دیا تو بجائے اس کے کہ عالمی جمہوریت پسندوں کی طرف سے حماس حکومت کا احترام کرتے ہوئے اس کو تحفظ دیا جاتا اور امن کی خاطر

مظلوموں کی اشک شوئی کی جاتی ہے امداد جاری رکھ کر فلسطین کو تعمیر وترقی کی راہوں اور پرامن بقائے باہمی کے اصولوں پر گامزن ہونے کا موقع مہیا کیا جاتا' اس کے بالکل برعکس قطعی غیر جمہوری' غیر انسانی' غیر اخلاقی رویہ اور طریقہ کار اختیار کیا گیا اس طرح گویا ساری کمزور اقوام کو عموماً اور امت مسلمہ کو خصوصاً یہ پیغام دیا گیا کہ امریکہ اور یورپ کو نہ کسی جمہوریت سے دلچسپی ہے نہ کسی آمریت سے دشمنی بلکہ ان کا مدعا ہر حال میں صرف یہ ہے کہ کمزور اقوام ان کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنائیں ہر معاملے میں صرف انہی کی ڈکٹیشن قبول کریں' کسی بھی معاشرے اور ریاست کے لئے جو نظام عالمی طاقتوں کو پسند ہے صرف اسی کو اپنایا جائے۔

فلسطین اور مشرقی وسطیٰ کی دوسری ریاستوں کے خلاف اسرائیل کی سازشیں اور دہشت گردی پر مبنی کارروائیاں آج بھی جاری ہیں لیکن امریکہ اور یورپ کو اسرائیل کی یہ مکمل دہشت گردی اور ننگی جارحیت دکھائی نہیں دیتی۔ انہوں نے آج تک اپنے اس لے پالک کو انسانی رویہ اپنانے کی ہدایت نہیں کی اسرائیل کی بربریت کے برعکس پتھر اور غلیلیں پکڑے بے بس اور مظلوم فلسطینی بچے امریکہ اور یورپ کو دہشت گرد نظر آتے ہیں اور یہ پتھر اور غلیلیں انہیں اسرائیل کی سلامتی کیلئے خطرہ محسوس ہوتی ہیں اسی طرح امریکہ اور اس کے اتحادی افغانستان اور عراق میں اور بھارت جو کچھ کشمیر میں کر رہا ہے وہ نرم سے نرم الفاظ میں کھلی دہشت گردی ہے مگر یہ ممالک اس کو بھی دہشت گردی نہیں مانتے لیکن ان علاقوں میں مسلمانوں کی مزاحمت کو دہشت گردی قرار دیا جاتا ہے کیسا دوغلا پن اور دوہرا معیار ہے۔

پاکستان بھی امریکہ و یورپ کے اس دوغلے طرز عمل کا شکار ہے پاکستان کے ایٹمی طاقت بننے سے پہلے سات ممالک ایٹمی صلاحیت کے حامل تھے مگر ان سات ممالک کے ایٹم بموں کے خلاف کبھی کسی نے شور نہیں مچایا تھا نہ ان ایٹم بموں سے کسی کو خطرہ محسوس ہوتا تھا۔ امریکی ایٹمی بم کو کبھی کسی نے عیسائی بم نہ کہا اسرائیلی ایٹم بم کو کبھی کسی نے یہودی بم نہ کہا' بھارت کے ایٹم بم کو کبھی کسی نے ہندو بم نہ کہا مگر جیسے ہی پاکستان نے اس طرف پیش رفت شروع کی سب نے آسمان سر پر اٹھا لیا پاکستان کے ایٹم بم کو اسلامی بم قرار دے دیا گیا اور اس کو دنیا کیلئے ایک بہت بڑا خطرہ بنا کر پیش کیا جانے لگا۔ دیکھا جائے تو آج بھی صورتحال کچھ زیادہ مختلف نہیں۔

اس تناظر میں یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ قیام امن عالم کی کوئی تجویز یا کوئی منصوبہ چاہے وہ کتنا ہی خوشنما اور عمدہ ہو اس وقت تک کارآمد ثابت نہیں ہو سکتا جب تک تمام بڑے بڑے ملکوں کے رویے تبدیل نہیں ہوتے اقوام متحدہ ہو یا عالمی امن کی ٹھیکیدار بڑی طاقتیں' ہر ایک کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ امن کیلئے کمزور قوموں کے حقوق کا تحفظ اور ان کی عزت نفس کا احترام کئے بغیر دنیا میں کہیں بھی اور کبھی بھی امن قائم نہیں ہو سکتا' کسی کو بھی یہ حقیقت نظر انداز نہیں کرنی چاہیے کہ انصاف کیلئے جداگانہ طرز عمل اور مختلف معیارات ہی وہ حقیقی عوامل ہیں جو ساری دنیا میں بے چینی' تخریب کاری اور فساد پھیلائے ہوئے ہیں۔ دراصل یہی وہ منصفانہ رویہ دوہرا معیار ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں اور امریکہ و یورپ میں ایک قسم کی محاذ آرائی کی سی کیفیت پیدا ہو چکی ہے۔ گذشتہ چند سالوں کے دوران اس کیفیت میں جو شدت پیدا ہوئی ہے اس کی ذمہ داری براہ راست امریکہ اور اس کے اتحادیوں پر ہی عائد ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں قطعی من

گھڑت اور خود ساختہ اندیشہ ہائے دور دراز کو اپنے ذہنوں پر سوار کر رکھا ہے امن کی خاطر محاذ آرائی کی اس کیفیت کو رفتہ رفتہ کم کر کے ختم کرنے کی ضرورت ہے' اس کیلئے یہ بات ناگزیر ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادی انسانی حقوق کا لحاظ' دوغلی پالیسیوں اور دوہرے معیارات سے اجتناب اور دوسرے ملکوں کی آزادی وخود مختاری کا احترام کریں کیونکہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا ملک بھی اپنے اندرونی معاملات میں کسی دوسرے ملک کی مداخلت کو پسند نہیں کرتا' اگر امریکہ اور اس کے اتحادی فلسطین کی آزادی اور خود مختار حیثیت کو تسلیم کر لیں اور اسرائیلی مظالم اور توسیع پسندانہ عزائم کو مستقل طور پر روک دیں تو کم ازکم مشرق وسطی میں طویل عرصے سے جاری ظلم وانتشار کے خاتمے اور امن کے امکانات پیدا ہونے کی امید کی جا سکتی ہے۔

ان تمام باتوں سے قطع نظر اسرائیل فلسطین اور اہل فلسطین کے ساتھ جو سلوک کر رہا ہے اس میں امریکہ و یورپ کی سرپرستی کے علاوہ مسلمان حکمرانوں کی بزدلی اور مصلحت پسندانہ پالیسیوں کا بھی بڑا دخل ہے مسلمان حکمران اسلامی غیرت وحمیت کی قوت سے لیس اور بے خوف ہوتے اور مصلحت پسندی کی راہ پر بے لگام نہ دوڑتے تو امریکہ اور اس کے اتحادی افغانستان اور عراق میں جو کچھ کر چکے ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں انہیں اس کی ہرگز جرات نہ ہوتی اور نہ ہی کسی اور اسلامی ملک کو ڈرانے دھمکانے کی نوبت آتی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ امت مسلمہ کو اس حالت تک پہنچانے میں مسلمان حکمرانوں کا بھی کلیدی کردار ہے۔

☆☆☆

دوائے دل

ہے یہاں ہر ایک دل میں انتشار و خلفشار
ہر کسی کے رخ پہ دیکھو یاسیت ہے آشکار
فکر لاحق ہے سبھی کو تغذیہ جسم کی
اور بدوں ذکر الٰہی روح بھوکوں مر گئی
خونی رشتوں کا تقدس ہو چکا ہے کالعدم
حضرت انسان کا جاتا رہا ہے اب بھرم
آہنی آلات ہیں دن رات مصروف عمل
پڑ گیا ہے اب مگر خاکی مشینوں میں خلل
برقی رو سے جگمگایا قریہ قریہ کو بہ کو
ہے دلوں میں گھپ اندھیرا ہر طرف ہے ہاؤ ہو
چاہتا ہے تو اگر ہو دور دل کا اضطراب
نام رب کا کر لے اس میں اہتمام انجذاب
ہے اویسی جسم کو مادی غذا کی احتیاج
گو دل مضطر کا تو ذکر الٰہی سے علاج

الاَذکر اللہ تطمئن القلوب القرآن

☆......انجینئر عبدالرزاق اویسی' ٹوبہ

شیوہ وفا سرشت

وفا سرشت ہوں شیوہ ہے دوستی میرا ☆☆ نہ کی وہ بات جو دشمن کو نا گوار ہوئی

دینی نصاب کتب میں غلطیاں

تحریر۔ مولانا محمد صدیق ارکانی
بشکریہ ماہنامہ حق نوائے احتشام کراچی

عقلاء و ادباء کا اتفاق ہے کہ دو چیزوں کا صحیح وقت بتانے سے بنی نوع انسان آج بھی قاصر ہیں۔ اول نیند کا وقت، دوم زوال کا وقت۔ زوال اور انحطاط کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب بیڑا غرق ہو چکا ہوتا ہے، غلاموں کا ذہن، سوچ، فکر اور خیال بھی غلام ہوتا ہے اس لئے یہ لوگ ہمیشہ لایعنی امور، فضول اور بے فائدہ بحثوں میں الجھ کر اہم مقصد کو فوت کر دیتے ہیں، چونکہ اب تک ہم بھی ذہنی اور فکری اعتبار سے غلام ہیں اس لئے ہمارے نظریات اور خیالات بھی غلط سمت کی طرف رواں دواں ہیں، آیئے اس دفعہ ہم اپنے چند غلط خیالات کا نوک قلم پر لا کر قارئین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

پہلے بلکہ روز ازل سے ہی یہ غیر منطقی اور بے اصولی آواز نکالی جا رہی ہے کہ دینی مدارس کے موجودہ نصاب درس نظامی کی تبدیلی ضروری ہے، تاکہ ماہر شریعت علما، صحیح مجتہدین، ائمہ دین متین اور فقہا کے بجائے مستشرقین کی طرح علما سوء بے دین پروفیسر قرآن وحدیث اور شریعت وسنت کا حلیہ بگاڑنے والے ٹیچرز پیدا ہوں جب انہیں اس پر کامیابی نہیں ہوئی تو اب یہ واویلا کیا جا رہا ہے کہ نصابی کتب میں غلطیاں ہیں اس لئے یا تو ان کتابوں کو نصاب سے خارج کر دیا جائے یا غلطیاں نکال دی جائیں۔

ایسے معترضین کی خدمت میں مودبانہ گزارش یہ ہے کہ کتنی کتابیں ایسی ہیں کہ جن میں غلطیاں ہیں، پہلے اس کا تعین ہو جائے اس کے بعد غلطیوں کی نشاندہی ہو جائے کہ وہ غلطیاں کتنی ہیں؟ پھر ان غلطیوں پر غور کیا جائے کہ نفس الامر میں یہ غلطیاں ہیں بھی یا فکر وخیال کا فرق ہے، اس کا فیصلہ وہ حضرات کر سکیں گے جنہوں نے وہ کتابیں بالفعل پڑھی ہوں اور سمجھ کر پڑھی ہوں وہ لوگ جو عربی کی ابجد سے واقف نہیں یا ان کتابوں کی شکل بھی نہیں دیکھی یا ان کتابوں کا ایک صفحہ بھی حاشیہ اور شروحات کے بغیر نہ صحیح انداز میں پڑھ سکتے ہیں نہ مفہوم بتا سکتے ہیں اگر اس قسم کے لوگ غلطیوں کا رٹ لگائیں تو ان کا جواب اس شعر سے دیا جا سکتا ہے۔

اذا نطق السفیہُ فلا تجبہ
فخیر من اجابتہ السکوتُ

چلو مان بھی لیا جائے کہ واقعتہً غلطیاں ہیں تو سوال یہ ہے کہ ان کے مدمقابل اس فن میں اور کون سی کتاب ایسی ہے جو اس سے اچھی ہو اور غلطیاں بھی نہ ہوں۔ اس کتاب کا نام پیش کیا جائے جبکہ یہ قاعدہ مسلم ہے کہ کتاب اللہ کے علاوہ کوئی انسانی کتاب ایسی وجود میں نہیں آئی اور نہ آئے گی جو ہر قسم کی خامیوں اور اعتراضات سے منزہ ہو کیونکہ یہ طاقت صرف اور صرف خالق کے پاس ہے، چنانچہ

امام سعدالدین تفتازانیؒ لکھتے ہیں "علمامنی بان مستحسن الطبائع یاسرھا ومقبول الاسماع عن آخرھا امر لا یسعه' مقدرةُ البشر وانما ھوا شان خالق لقوی والقدر" یعنی مجھے یہ معلوم ہے کہ کوئی ایسی کتاب لکھنا جو ہر شخص کے نزدیک مقبول ہو اور وہ غلطیوں سے منزہ ہو یہ انسانی طاقت سے باہر ہے' یہ تو اللہ کی شان ہے۔

کسی نے شاعر مشرق علامہ اقبالؒ سے کہا کہ آپ کی فلاں تالیف میں غلطی ہے' علامہؒ نے فوراً جواب دیا کہ "میں نے کب کہا ہے کہ یہ کتاب اللہ ہے"۔ علامہ تفتازانیؒ بہت بڑے امام بھی ہیں' مسلم مدرس بھی ہیں اور کامیاب ترین مصنف بھی ہیں۔ اس کے باوجود اگر آپ کے نزدیک ان کی رائے معتبر نہیں ہے تو آپ کی رائے کون سنے گا؟ جن کتابوں میں تسامحات ہیں اُن کی نشاندہی شراح اور ماہر علماء نے متعلقہ مقام پر کردی ہے اور بتادیا گیا ہے کہ صحیح یہ ہے اور تسامح یہ ہے' جس طرح چھلکے سے مغز کو الگ کرنا' زردی سے خول کو جدا کرنا اور حق کو باطل سے ممتاز کرنا آسان ہے اسی طرح صحیح کو غلطی سے جدا کرنا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اس لئے تو روز ازل سے ہی خیر و شر اور حق و باطل ساتھ ساتھ سفر کر رہے ہیں' اگر معمولی معمولی اعتراضات وتحفظات کی بنا پر اچھی اچھی کتابوں کا اخراج شروع ہو جائے اور ان کے مدمقابل بھی نہ ہو تو ایک کتاب بھی نہیں بچے گی۔ دیکھیے فقہ کی اہم کتاب ہدایہ میں ۲۰ کے لگ بھگ تسامحات ہیں جن کی تفصیل راقم الحروف کی کتاب "مقدمات علوم درسیہ" میں ہے' لہذا یہ کتاب نکال دی جائے' دیوان متنبّی میں تسامحات ہیں لہذا یہ کتاب بھی نکال دی جائے' قاضی بیضاوی کی تفسیر بیضاوی میں تسامحات ہیں لہذا اسے بھی نکال دی جائے' مولانا عبدالرحمٰن جامی کی کتاب "شرح جامی" اور ابن حاجت کی کتاب "کافیہ" کی عبارات اعتراضات سے پر ہیں جس کا اندازہ ان لوگوں کو ہوگا جنھوں نے یہ کتابیں سمجھ کر پڑھی ہوں لہذا یہ کتابیں بھی نکالی جائیں' فضول اکبری میں تسامحات ہیں جن کی تفصیل راقم الحروف کی شرح "فتح ربانی شرح خاصیات فضول اکبری" میں ہے لہذا اسے بھی نکالا جائے' توضیح تلویح میں تسامحات ہیں جن کی تفصیل راقم کی شرح "الترجیح شرح التوضیح والتلویح" میں ہے لہذا اسے بھی نکالا جائے جبکہ یہ تسامحات وہ اعتراضات سطحی ہیں ان کی وجہ سے نہ عقیدہ پر اثر پڑتا ہے اور نہ ہی ایمانیات اور اصولیات میں تبدیلی آتی ہے۔ اس طرح اخراج کا یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا' چونکہ اس فن میں اس سے اچھی کتاب کوئی اور نہیں ہے لہذا فن ہی کو خیر باد کہہ دیا جائے جو معترضین کا مقصود اصلی ہے۔

اگر آپ کہیں کہ ان کتابوں سے غلطیوں کو نکالا جائے تو یہ بھی بے فائدہ بات ہے کیونکہ شرعاً' عقلاً اور عرفاً یہ حق مصنف کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے کہ آپ دوسروں کی تالیفات میں اپنی سمجھ کے مطابق اضافہ وترمیم کریں' آپ خود کوئی ایسی کتاب تحریر فرمادیں جس میں غلطیاں نہ ہوں اور وہ قومی نصاب میں بھی شامل ہو۔ اگر آپ کہیں کہ ان کتابوں کو پڑھنے سے طلبہ کے اذہان خراب ہوتے ہیں تو یہ بھی لایعنی بات ہے کہ بانی درس نظامی ملا نظام الدینؒ سے آج تک جتنے طلبہ وعلما نے اس نصاب کو پڑھا ہے تو وہ وقت کے قطب اور بڑے عالم بنے' بانی دارالعلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتویؒ فقیہ النفس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حضرت تھانویؒ حضرت مدنیؒ' مفتی اعظم ہند مولانا کفایت اللہؒ شیخ الہندؒ علامہ انور شاہ کشمیریؒ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ وغیرہ سمیت بڑے بڑے علما یہی نصاب پڑھ کر علامہ الدھر اور فقیہ العصر بنے جن کو آپ بھی مانتے ہیں ان کو ان کتابوں میں کوئی غلطی نظر نہ آئی اور ہمیں نظر آرہی ہے' ہماری مثال اس شخص کی طرح

ہے جو طواف کرتے ہوئے یہ کہہ کر رک گیا کہ یہاں تو خواتین ہی خواتین نظر آرہی ہیں لہذا طواف اور عمرہ نہیں کرنا چاہئے' قریب میں کھڑے ایک بزرگ نے جواب دیا کہ چالیس سال سے میں طواف کر رہا ہوں اب تک مجھے تو کوئی خاتون نظر نہیں آئی' اگر آپ اللہ کے عاشق صادق ہیں تو دوران طواف آپ کو خاتون نظر نہیں آئے گی ورنہ خواب میں بھی محترمہ نظر آئے گی۔

چلو آپ کی بات مان لیتے ہیں کہ نصابی کتب میں غلطیاں ہیں' کیا اسکول وکالج میں جو کتابیں پڑھائی جارہی ہیں ان میں غلطیاں نہیں ہیں بلکہ وہ کتابیں تو غلطیوں کا مجموعہ ہیں وہاں تو صرف عبارت کی نہیں فنی غلطیاں بھی ہیں اور متعدد جگہوں میں دیدہ دانستہ تاریخ کا حلیہ بگاڑا گیا ہے' قرآنی آیت کی غلط تشریح کی گئی اور احادیث نبویہ کا مذاق اڑایا گیا ہے جس کی ایک جھلک راقم الحروف کی کتاب ''نیرنگ عالم'' میں ہے' اس کے باوجود کیا ان کتابوں کے خلاف آپ کی زبان' قلم' طاقت' صلاحیت اور سرمایہ استعمال ہوا ہے؟ آپ نے اس نصاب کے بارے میں بھی کبھی اظہار خیال کیا ہے؟ مضمون لکھا ہے؟ اخباری صفحات سیاہ کئے ہیں اور ٹی وی میں نمودار ہو کر چلائے ہیں؟ جواب یقیناً نفی میں ہے' کیونکہ اس نصاب کے بانی انگریزی سرکار ہے' اس پر اعتراض کرنے سے زبان کاٹ دی جاتی ہے اور قلم توڑ دیا جاتا ہے' بخلاف دینی نصاب کے اس لئے دل کھول کر دینی نصاب پر خوب اعتراضات کئے جاتے ہیں اور خود ساختہ تحفظات کا اظہار کیا جاتا ہے' پھر اسے خدمت دین متین' تبلیغ اسلام اور اتحاد بین المسلمین کا خوب صورت نام دیا جاتا ہے۔

برصغیر کا کوئی عالم شاہ ولی اللہؒ سے آگے نہیں نکل سکتا۔ انہوں نے کونسا نصاب پڑھا ہے اور اتنے بڑے عالم بن گئے' معترضین دینی کتب کی جن ایک دو عبارات پر اعتراضات کر رہے ہیں بعینہ وہی اعتراضات قرآن کریم کی بعض آیتوں اور روایتوں میں بھی وارد ہوئے ہیں لہذا کل کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ان آیتوں اور روایتوں کو بھی قرآن اور کتب حدیث سے نکال باہر کیا جائے یا قرآن وحدیث ہی کو خیر باد کہہ دیا جائے' چنانچہ مستشرقین شروع ہی سے اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

میں آپ کے سامنے متعدد ایسی آیتیں اور روایتیں پیش کر سکتا ہوں جن میں ہماری سمجھ وخیال کے مطابق اعتراضات ہیں ان اعتراضات کا حل تاویلات کی صورت میں نکالا جاتا ہے' الحمد للہ ثم الحمد للہ بندہ گذشتہ سترہ سال سے یہی نصاب پڑھا رہا ہے اور دورہ حدیث تک ہر فن کی ہر کتاب سمجھ کر پڑھانے کی توفیق ہوئی ہے' بلکہ بعض کتب کی شروحات تالیف کرنے کا موقع بھی ملا جیسے الترجیح شرح التوضیح والتلویح' متعلقات دورہ حدیث' مقدمات علوم درسیہ اور فتح ربانی' شرح خاصیات فصول اکبری وغیرہ' آج بندہ نہ چاہتے ہوئے بھی یہ کہنے کی جسارت کر رہا ہے کہ اس وقت درس نظامی کے جس فن میں جو کتاب داخل نصاب ہے اس فن میں اس سے کوئی اور اچھی کتاب فی الحال نہیں ہے' اگر آپ کو اس سے اتفاق نہیں ہے تو آپ اپنے نزدیک اچھی اور عمدہ کتاب کا نام پیش کریں پھر دونوں کا موازنہ کرنا میرے اوپر چھوڑ دیں اور اس موازنہ کا فیصلہ اہل علم کریں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

گوجرہ سے سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی محمد سلیمان صاحب کی والدہ ماجدہ وفات پا گئی ہیں۔

گوجرہ سے سپیشل کلاس کے ساتھی بابر عباس کے والد محترم وفات پا گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

روشنی کا سفر

محمد صدیق شاہ ، جہلم

جب میں نے پہلی دفعہ قرآن پاک کی تفسیر میں موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مکالمہ پڑھا تو مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کو اُن کی کیا ادا پسند آئی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق اُنکو کس نے بتایا۔ جنت دوزخ جزا وسزا کی انہیں کیسی سمجھ آئی۔ نہ مرنے کی پرواہ نہ اذیت کا خوف۔ پھر ایک دن میں نے حضرت شیخ المکرّم سے سنا۔ فرما رہے تھے انبیا علیہ السلام کو دین سمجھانے کے لئے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُن کے ساتھ بیٹھنے والوں کو نبی کے سینے کی برکات ہی کافی ہوتی ہیں۔ لو مسئلہ ہی حل ہوگیا۔ اب سمجھ آئی کہ جو لوگ کل فرعون سے مراعات طلب کر رہے تھے معاوضے کی سودے بازی ہو رہی تھی۔ آج اُن کو کیا ہوگیا کہ سب کچھ وارنے کو تیار ہیں۔ میجر غلام قادری صاحب آج یہی بات سمجھا رہے تھے۔ **11-6-2006** کو حافظ صاحب نے مغرب کی نماز کہیں اور پڑھی ساتھی بیٹھے پریشان ہو رہے تھے۔ اور مڑ مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ مولانا صاحب نے ایک نعت خواں کو اشارہ کیا۔ نعت خواں نے نعت پڑھنی شروع کردی۔ اچھی آواز تھی بہت خوش الحانی تھی لیکن میں دل ہی دل میں کڑھ رہا تھا کیونکہ نعت حضرت شیخ المکرّم کی نہیں تھی۔ مڑ مڑ کر دیکھنے کے بجائے کسی ساتھی نے مائیک نہیں سنبھالا۔ یہ بات بھی نہ تھی کہ ساتھی نعت نہیں پڑھ سکتے تھے۔ کیونکہ بعد میں جب حافظ صاحب نے اپنی عادت کے مطابق ٹیسٹ لینا شروع کیا تو تین ساتھیوں نے بہت اچھی نعتیں سنائیں۔ ہم سارا کام اکابرین پر کیوں چھوڑ دیتے ہیں؟۔ میرا یہ سوال اپنی ذات سمیت تمام ساتھیوں سے بھی ہے۔

روشنی کا یہ سفر مختلف شہروں سے ہوتا ہوا ایک بار پھر جہلم پہنچ گیا تھا۔ اس دفعہ پروگرام جہلم میں گودام والی غوثیہ مسجد سے شروع ہوا۔ حافظ صاحب نے نعت سے ہی بات شروع کی۔

آگ برستی ہو میداں میں باطل کو للکارے جو
نعت کا شاعر وہ کہلائے حق پر جان نثارے جو

فرمایا بیسیوں لیلۃ القدر گزر جاتی ہیں کئی رمضان المبارک بیت جاتے ہیں حج بیت اللہ سے بھی بے شمار لوگ لوٹ کر آتے ہیں برکات سمیٹنے کے یہ ایسے مواقع ہیں جن کی افادیت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن برکات کی آندھیاں چلنے کے بعد بھی اگر ہمارا لائف سٹائل نہیں بدلتا۔ ہمارے اعمال جنتیوں والے نہیں ہو جاتے۔ تو پھر لگتا ہے ہم نے اپنا پیالہ ہی الٹا کیا ہوا ہے پھر کمی اُدھر سے نہیں فرق ہمارے اندر ہے۔ ہم نعتیں پڑھتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں شب قدر کو جگ رتے بھی کاٹتے ہیں۔ پھر بازاروں میں چھوٹی قسمیں بھی کھاتے ہیں۔ رشوت بھی لیتے ہیں نافرمانیاں بھی کرتے ہیں۔ یہ فرق مٹانے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ذکر الٰہی ہے۔ ذکر قلبی ہے جب تک قلوب کی تطہیر نہ ہوگی یہ تضاد ختم نہ ہوگا کیونکہ یہ نسخہ اس پانچ فٹ کی مشینری کے خالق نے جو تعارفی کتاب بھیجی ہے اس میں لکھا ہوا ہے

خطاب کے بعد حافظ صاحب نے ذکر قلبی کا طریقہ بتایا اور ذکر کرایا۔ ساتھ ہی عشا کے نماز کی تیاری شروع ہوگئی۔ نماز کے بعد ساتھی صوبیدار انور صاحب کے مکان پر اکٹھے ہوگئے اور گفتگو شروع ہوئی۔ آگے سات جولائی سے سالانہ اجتماع شروع ہونے والا ہے۔ فصل کاشت کرنے کے دن شروع ہونے والے ہیں تیاری کرلو۔ شروع سے کاشت کرلو۔ یہ ایک دن قیمتی ہے یہ دعوتی خط ہے آپ نے اپنے حلقے کا نزدیکی نمبر اس میں لکھ دینا ہے۔ جس کو آپ یہ دعوت نامہ دیں گے اس کو پھر چھوڑ نہ دیں اس کو بار بار ملیں۔ ایک دفعہ اجتماع پہ لے جائیں۔ آگے اللہ

کا اور اس کا اپنا معاملہ ہوگا' اس نے قبول کیا۔ تو بھی اور نہ کیا تو بھی آپ کا معاوضہ کھرا ہے ۔ یہ معاوضے کی بات بھی نہیں ہے۔ گن گن کر نیکیاں اکٹھی کرنا کمزور لوگوں کی باتیں ہیں۔

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

نیکیوں کا ویسے بھی وزن ہوگا گنتی نہ ہوگی' ورنہ یہ نہ کہا جاتا کہ صحابہؓ کی مٹھی بھر کھجوروں کا وزن بعد والوں کے پہاڑوں جتنے سونے سے زیادہ ہوگا۔

پچھلی دفعہ حافظ صاحب نے چھوٹی سی ڈائری پاس رکھنے کو کہا تھا۔ چیکنگ شروع ہوگئی' ڈائری ہمارے پاس بھی تھی نامہ اعمال کی طرح خالی۔ اگلی دفعہ ضرور کچھ نہ کچھ لکھیں گے۔ کچھ کریں گے تب ہی کچھ لکھیں گے۔ دو تین ساتھیوں کا نامہ اعمال چیک کرنے کے بعد موضوع بدل گیا۔ لو آج بچ گئے ورنہ بات رسوائی کی ہوتی۔ حافظ صاحب نے ہر حلقہ انچارج کو بھی ریکارڈ رکھنے کے لئے ہدایات دیں جس میں اس حلقے کے ساتھیوں کے متعلق معلومات المرشد کا اجرا انفاق فی سبیل اللہ' ماہانہ اجتماع اور دارالعرفان میں حاضری کے متعلق ریکارڈ ہوگا۔ اس ڈائری کا ریکارڈ صاحب مجاز حضرات چیک کریں گے۔ اپنے ریمارکس لکھیں گے کارکردگی دیکھیں گے اور گائیڈ لائن دیں گے حلقے کا ہر انچارج اپنے حلقے کو سب یونٹ میں تقسیم کرے گا۔ ہر سب یونٹ والے کے پاس چار چار ساتھیوں کے ٹیلی فون نمبر ہونگے جو مرکز کے ساتھ درخت کی شکل میں منسلک ہونگے مرکز سے جو اطلاع آئے گی وہ پہلے حلقہ انچارج کو دی جائے گی وہ آگے مطلع کرے گا اس طرح بہت کم وقت میں پیغام اوپر سے روٹ لیول پر پہنچ جائے گا۔

ساتھیوں کو بتایا گیا کہ وہ ہر ماہ پانچ' دس فالتو کاپیاں المرشد کی لے لیا کریں جو اُنکو بیس روپے فی کاپی ملے گی۔ ساتھی چاہیں تو اس کو پچیس روپے فی کاپی آگے دے دیا کریں۔ اس طرح اُن کے پاس ایک یا دو کاپیوں کے پیسے بچ جائیں گے اس سے مزید شمارے خرید کر کسی لائبریری یا کالج کو بھیجے جاسکتے ہیں۔ ایک ساتھی نے اس بات کی نشاندہی کی کہ سلسلہ عالیہ کی وسعت کی وجہ سے کچھ ایسے لوگ بھی دارالعرفان آجاتے ہیں جن کی ملاقات کسی ساتھی کے ساتھ نہیں ہوتی۔ اُن کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ حضرت سے ملاقات ہوجائے وہاں سیکورٹی کی اپنی مجبوریاں ہیں ساتھیوں کو سیکورٹی اور سامان چیک کرنے کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور بعض اوقات حضرت سے ملاقات ممکن نہیں ہوتی۔ ایسے نئے لوگوں کو چونکہ اصل صورت حال کا علم نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اُن کے بد دل ہونے کا خدشہ ہوتا ہے اس کے لئے ساتھیوں کو تاکید کی گئی کہ جہاں تک ممکن ہو نئے ساتھیوں کو اکیلے نہ بھیجا کریں اُن کو ساری صورتحال پہلے سے سمجھا دیں اور اُن کو ساتھ لایا کریں۔ اس کے باوجود اگر کچھ لوگ اس طرح آجاتے ہیں تو انتظامیہ سے درخواست کی جاتی ہے کہ اگر ممکن ہو تو **Recption** یا انکوائری کے لئے علیحدہ جگہ بنالی جائے۔ جس میں ایک دو سمجھدار ساتھی بیٹھا کریں وہ ساتھی نئے ساتھیوں کو سامان چیک کرنے سے پہلے **Receive** کریں۔

عام حالات میں اگر یہ ممکن نہ ہو تو اجتماعات کے دوران یہ اہتمام ضرور کرلیا جائے ہر ساتھی بھی اپنی ذمہ داری سمجھے۔ اگر کوئی ناواقف آدمی نظر آئے تو اس کو قسمت پر نہ چھوڑا جائے یہ بات سیکورٹی کے نقطہ نظر سے بھی ضروری ہے لوگوں کی صحیح رہنمائی ہمارا فرض ہے۔ اس اجتماع کی وساطت سے "المرشد" کی انتظامیہ سے بھی درخواست کی گئی کہ وہ ایڈیٹر کے نام خطوط کا سلسلہ جاری کریں تاکہ سلسلہ عالیہ کے علاوہ جو لوگ المرشد پڑھتے ہیں۔ وہ اپنے تاثرات اور تجاویز دے سکیں اس طرح ہمیں ایک طرح کا **Feed Back** بھی ملتا رہے گا۔ جس سے اصلاح کے پہلو نکلیں گے۔ گفتگو کا یہ سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہا اس کے بعد ساتھیوں نے آرام کیا صبح تہجد کا ذکر دوبارہ غوثیہ مسجد میں کیا اور ناشتے کے بعد ساتھی دینہ مرکز میں ذکر کے لئے اکٹھے ہوگئے۔ اُدھر بھی یہی فکر تھی کہ اجتماع کے لئے لوگوں کو کس طرح دعوت دی جائے اور اُن کو دارالعرفان لایا جائے' اجتماعی ذکر پر یہ سفر اگلے پڑاؤ تک کے لئے اختتام پذیر ہوا۔

من الظلمت الی النور

ترجمہ و تلخیص: **ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری**

جرمین لجوانے جیکسن ۱۱ دسمبر ۱۹۵۴ء کو امریکہ کی ریاست انڈیانا کے شہر گرے میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق افریقی امریکی گھرانے سے ہے۔ ان کی ماں کا نام کیتھرائن جیکسن' اور باپ کا نام جوزف تھا۔

جرمین جیکسن معروف پاپ سنگرز مائیکل جیکسن اور جینٹ جیکسن کے بھائی ہیں۔ موسیقی کی دنیا میں ان کا نام بھی اپنے بھائی اور بہن کی طرح عالم گیر شہرت رکھتا ہے۔ مائیکل جیکسن اور جینٹ جیکسن اب بھی ناچ گانے کے شیطانی دھندے سے وابستہ ہیں جبکہ جرمین جیکسن' یوسف اسلام (کیٹ اسٹیون) کی طرح اپنے عروج کے زمانے میں ہی پاپ کی دنیا چھوڑ چکے ہیں۔

جرمین جیکسن کا قبول اسلام ہادی عالم رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد پاک کی بہترین تفسیر ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا۔

من یرد اللہ بہ خیر ایفقہ فی الدین

''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں''۔

جرمین جیکسن نے کافی عرصہ پہلے اسلام قبول کیا۔ اب وہ دین اسلام کے سپاہی اور خاموش مبلغ کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور عمومی طور پر اخبارات اور ذرائع ابلاغ سے دور رہتے ہیں۔ ایک معروف انگریزی ہفت روزے کے مسلمان صحافی سے ان کی گفتگو ہوئی' اسلام کے بارے میں تعارفی کلمات ادا کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

''مذہب اسلام رنگ ونسل' قبیلہ وعلاقائیت سے ماورا مذہب ہے جو ایک منفرد فضیلت کا حامل ہے۔ اسی لئے جب کوئی فرد اسلام قبول کرتا ہے اور مذہب اسلام کو قریب سے دیکھتا ہے تو وہ روحانی طور پر ایک گونہ سکون واطمینان اور فخر وانبساط کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ اگرچہ اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو چھوڑنا ایک بڑا کٹھن مرحلہ اور مشکل فیصلہ ہوتا ہے لیکن اسلام کی آفاقی تعلیمات اور اس کی وسعت نظری انسان کو اس انتخاب میں مدد کرتی ہے۔ اس زمانے میں اسلام دنیا کے سب سے بڑے مذہب کے طور پر سامنے آیا ہے''۔

رسوائے زمانہ پاپ سنگر مائیکل جیکسن کے بھائی جرمین جیکسن ان ہدایت یافتہ افراد میں سے ایک ہیں جنہوں نے مذہب اسلام کی حقانیت وصداقت سے متاثر ہو کر اپنے آباؤ اجداد کا مذہب چھوڑا اور اس دین فطرت کو اپنایا۔

جرمین جیکسن نے اپنا اسلامی نام محمد عبدالعزیز رکھا ہے۔ وہ لاس اینجلز کے مضافاتی علاقے میں ایک بہت آرام دہ اور خوبصورت مکان میں رہتے ہیں۔ محمد عبدالعزیز کے اس مکان کو چاروں طرف سے خوب صورت پھول دار پودوں اور سرسبز وشاداب درختوں نے گھیر رکھا ہے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں جرمین جیکسن اپنی بہن جینٹ جیکسن کے ساتھ بیٹھ کر موسیقی اور گانوں کی دھنیں ترتیب دیا کرتے تھے مگر اب وہاں سے اذان اور دنیا کے معروف قرا کی تلاوت قرآن مجید کی آوازیں گونجتی رہتی ہیں۔ پندرہ سے زائد سیکورٹی گاڑیاں محافظوں کے ہمراہ چوبیس گھنٹے اس گھر کی نگرانی کرتی ہیں یہ علاقہ دنیا کے مہنگے ترین علاقوں میں سے ایک ہے۔

اب محمد عبدالعزیز کی مسلمان صحافی سے گفتگو کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے اپنے قبول اسلام اور دین اسلام کے ساتھ اپنے والہانہ لگاؤ اور عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

سوال۔ آپ نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کب اور کیسے کیا؟

جواب۔ یہ ۱۹۸۹ء کی بات ہے جب میں اور میری بہن نے شرق اوسط کے بعض ممالک کا دورہ کیا۔ بحرین کے دوران قیام ہمارا شاندار استقبال ہوا اور ہمیں پر جوش طریقے سے خوش آمدید کہا گیا۔ وہاں بچوں کے ایک گروپ سے بھی ہماری ملاقات ہوئی۔ بچوں نے نہایت معصومیت اور بھول پن سے باتیں کیں اور ہم لوگوں سے مختلف سوالات بھی پوچھتے

رہے۔ اسی دوران میں ایک چھوٹے سے معصوم بچے نے مجھ سے میرے مذہب کے بارے میں سوال کیا۔ میں نے ان کو بتایا کہ میں عیسائی ہوں۔ پھر میں نے ان بچوں سے ان کے مذہب کے بارے میں پوچھا کہ تم کس مذہب سے تعلق رکھتے ہو؟ تمام بچوں نے بیک آواز جواب دیا۔ "اسلام" سچی بات تو یہ ہے کہ ان کے پرجوش اور بیک آواز جواب نے مجھے جھنجھوڑ دیا۔ پھر ان معصوم بچوں نے مجھے اسلام کے بارے میں بتانا شروع کر دیا۔ گفتگو کے دوران میں ان کی آواز کا جوش اور ردھم یہ بتا رہا تھا کہ مذہب اسلام کے ساتھ وابستگی ان کے لئے وجہ افتخار ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے میرا اسلام کی جانب سفر کا آغاز ہوا۔

میرا ان مسلمان بچوں کے ساتھ ملنا' پھر ان کے ساتھ گفتگو کرنا اور ان کا معصومانہ انداز میں دین اسلام کے بارے میں بتانا اور اسلام کے ساتھ وابستگی کا فخر کے ساتھ اظہار کرنا یہ سب وہ باتیں تھیں جن کی وجہ سے میں بعض مسلم اسکالرز اور علماء سے ملنے اور دین اسلام کے بارے میں جاننے پر مجبور ہوا اور میں نے نہایت اشتیاق اور متجسسانہ انداز میں دین اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔

وقت گزرتا گیا پھر یوں ہوا کہ میں اپنے اندرونی جذبات واحساسات کو لاکھ چھپانے کے باوجود بھی نہ چھپا سکا اور پھر یہ کہ جو بات میں نے دل کی گہرائیوں میں قبول کر لی تھی اسے میں کیسے چھپا سکتا تھا۔ سو میں کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ' ورسولہ' پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ ابتداً میں نے اسلام قبول کر لینے کو چھپایا پھر میں نے اپنے خاندانی دوست قنبر علی سے اس کا تذکرہ کیا۔ یہی برادر قنبر علی مجھے سب سے پہلے سعودی عرب لے کر گئے اس وقت تک میں اسلام کے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتا تھا اور اس ضمن میں میری معلومات بہت محدود تھیں۔ لیکن یہ بات مجھے اچھی طرح معلوم تھی کہ سچائی اور ہدایت کا راستہ یہی ہے کہ کوئی اور نہیں۔ وہاں جا کر میں نے ایک سعودی خاندان کے ساتھ کچھ وقت گزارا۔ انہی لوگوں کے ساتھ میں مکہ مکرمہ گیا جہاں میں نے عمرہ ادا کیا اور مدینہ منورہ بھی گیا۔ مکہ مکرمہ ہی میں میں نے پہلی مرتبہ اپنے قبول اسلام کا باقاعدہ اعلان کیا۔

سوال۔ جب آپ نے قبول اسلام کا اعلان کیا تو اس وقت آپ کے کیا احساسات تھے؟

جواب۔ اسلام قبول کرتے وقت اور کلمہ شہادت پڑھتے وقت مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ گویا یہ میری دوسری پیدائش ہے۔ اسلام میں میں نے ان تمام سوالات کے جوابات پا لئے تھے' عیسائیت جن کا جواب دینے سے یکسر قاصر تھی۔ اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے متعلق اطمینان بخش جواب دیا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دیگر مذاہب کے جوابات سے بھی میں کبھی مطمئن نہیں ہوا تھا۔ قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا ہی خوبصورت نظریہ پیش کرتا ہے۔ مذہب کے بارے میں میرے اندر کے سارے شکوک وشبہات اسلام ہی نے دور کئے۔ میں خدائے بزرگ وبرتر سے دعا کرتا ہوں کہ میرے خاندان کے دیگر افراد بھی اس سچائی اور حقیقت کو پہچانیں اور اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر لیں۔ میرے خاندان کے افراد عیسائیت کی پرستشانہ رسومات کے پیروکار ہیں جو کہ دنیا بھر میں **Jehova,s Witnessess** کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان کے عقائد کے مطابق صرف ایک لاکھ چوالیس ہزار افراد ہی جنت میں جانے کے اہل ہوں گے۔

سوال۔ ایسا کیوں؟

جواب۔ یہ عقیدہ ہمیشہ مجھے الجھن میں ڈالتا رہا۔

مجھے اس بات پر بھی بڑی حیرت ہوتی تھی کہ بائبل کو کئی افراد نے مدون کیا۔ حتیٰ کہ کنگ جیمز کی بائبل ایسے افراد کے ذریعہ سے لکھوائی' مدون اور ترجمہ کروائی گئی جن کو کنگ جیمز نے اسپانسر کیا تھا۔ مجھے ان لوگوں پر بڑا تعجب ہوتا تھا جنہوں نے بائبل کو تصنیف وتدوین کیا اور خدا کی طرف منسوب کر دیا اور یوں خدائے بزرگ وبرتر کی طرف سے دیئے گئے احکامات کو یکسر نظرانداز کر دیا۔

ان ہی دنوں سعودی عرب میں مجھے اسلامی تعلیمات پر مبنی یوسف اسلام

(سابق Cat Stevens) کے کیسٹ سننے کا بھی موقع ملا۔ ان سے بھی میری معلومات میں کافی اضافہ ہوا۔

سوال۔ جب آپ مسلمان کی حیثیت سے امریکہ واپس لوٹے تو وہاں کیا ردعمل ہوا؟

جواب۔ میں نے ہمیشہ یہ دیکھا کہ امریکی ذرائع ابلاغ اسلام اور مسلمان کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے میں مصروف ہیں۔ امریکی میڈیا نے میرے خلاف بھی مذموم پروپیگنڈہ شروع کر دیا جس کی وجہ سے مجھے ذہنی طور پر بڑی اذیت اور صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ ہالی ووڈ ایک ایسی جگہ ہے جو مسلمانوں پر تہمت طرازی کرنے اور ان کو بدنام کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتی ہے۔ اور وہ لوگ مسلمانوں کو دہشت گرد کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ جب کہ عیسائی دنیا کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن کے پیش کردہ خوبصورت تصور کو دیکھنا چاہیے۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ امریکہ مسلمانوں کے خلاف الزامات کی بارش کیوں کرتا ہے۔ یہ باتیں مجھے افسردہ کر دیتی ہیں۔ میں ذہنی طور پر اس بات کے لئے تیار ہو گیا ہوں کہ میں امریکی میڈیا کو مسلمانوں اور اسلام کے خلاف الزام تراشی اور بہتان بازی سے روکنے کے لئے اپنی بہترین صلاحیتیں استعمال کروں۔ مجھے اس بات کا بالکل اندازہ نہیں تھا کہ امریکی ذرائع ابلاغ میرے قبول اسلام کی خبر کو آسانی سے ہضم نہیں کر پائیں گے اور اتنا شور وغل اور واویلا مچائیں گے۔ آزادی اظہار (Freedom of Speech) کا نعرہ لگا کر میرے خلاف میڈیا میں طوفان بدتمیزی مچایا گیا۔ لیکن میرے آزادی مذہب (Freedom of Religion) کے حق کو جرم بنا دیا گیا۔ اس طرح امریکی سوسائٹی کی منافقت کھل کر سامنے آ گئی۔ اسلام نے میرے بہت سے پیچیدہ مسائل کی گھتیاں سلجھا دی ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہی میں نے خود کو حقیقی معنی میں انسان سمجھا اور وہ تمام باتیں اور چیزیں یکسر چھوڑ دیں جن کی مذہب اسلام میں ممانعت ہے۔

میرے اس عمل نے میرے خاندان کے لئے بھی مشکلات پیدا کر دیں وہ ابھی میرے اس فیصلے کو قبول نہیں کر پائے تھے کہ مجھے ملنے والی دھمکیوں اور خطوط نے ان کو اور پریشان کر دیا۔

سوال۔ کس قسم کی دھمکیاں؟

جواب۔ مجھے کہا گیا کہ میں امریکی معاشرے اور امریکی ثقافت میں بغض وعداوت کو پروان چڑھا رہا ہوں۔ یہ بھی کہا گیا کہ میں نے اسلام میں داخل ہو کر خود کو دوسروں سے الگ تھلگ کر لیا ہے۔ مجھے یہ دھمکی بھی دی گئی کہ وہ امریکہ میں میری زندگی کو ناقابل برداشت بنا دیں گے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میرے خاندان کے افراد وسیع النظری کا ثبوت دیں گے۔ میرے والد کی تعلیم یہی تھی کہ تمام مذاہب کا احترام کیا جائے۔ اسی بنا پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جیکسن فیملی کے افراد میرے قبول اسلام کو تسلیم کر لیں گے۔

سوال۔ آپ کے اسلام قبول کرنے پر آپ کے بھائی مائیکل جیکسن کا کیا ردعمل تھا؟

جواب۔ امریکہ واپس لوٹتے وقت میں سعودی عرب سے بڑی تعداد میں اسلامی کتابیں لایا تھا۔ یہ کتابیں اسلامی تعلیمات، تاریخ اسلام، اسلامی تہذیب وتمدن، اسلامی عقائد جیسے موضوعات پر مشتمل ہیں۔ میں نے یہ کتابیں اپنے بھائی مائیکل جیکسن کو بھی دکھائیں۔ اس نے اپنے مطالعہ کے لئے خود کافی کتابیں منتخب کیں۔ اس مطالعہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کو ان مستند کتب سے براہ راست استفادہ کا موقع ملا ورنہ اس سے پہلے وہ بھی اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں امریکی ذرائع ابلاغ کے گھناؤنے پروپیگنڈہ کا شکار تھا۔ اگرچہ مائیکل جیکسن مسلمانوں سے کوئی مخاصمت نہیں رکھتا تھا۔ تاہم وہ ان کے بارے میں کوئی مثبت سوچ کا حامل بھی نہیں تھا۔ میں یہ بات وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اسلامی کتب کے مطالعہ کے نتیجے میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اس کے ذہن میں مکمل مثبت تبدیلی آئی ہے۔ اسی تبدیلی کا نتیجہ ہے کہ وہ ایک مسلمان بزنس مین کے ساتھ تجارتی تعلقات پر آمادہ ہوا۔ اب اس کے مسلم دنیا اور مسلمان شخصیات کے ساتھ اچھے، گہرے اور ذاتی روابط ہیں۔ وہ سعودی ارب پتی

شہزادے ولید بن طلال کی ملٹی نیشنل کمپنی میں مساوی شیئر ہولڈر پارٹنر ہے۔

سوال۔ جیسا کہ آپ نے پہلے بتایا کہ مائیکل جیکسن مسلمانوں کے بارے میں مثبت سوچ نہیں رکھتا تھا لیکن پھر یہ افواہ بھی پھیلی کہ مائیکل جیکسن نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب۔ پہلی بات تو یہ کہ میرے علم میں کوئی ایسی بات یا بیان نہیں ہے جس کی بنا پر یہ کہا جا سکے کہ مائیکل جیکسن اسلام یا مسلم مخالف جذبات رکھتا تھا۔ دراصل یہ بھی مائیکل جیکسن مخالف کیمپ کا پروپیگنڈہ ہے۔ جب امریکی ذرائع ابلاغ نے میرے اسلام قبول کرنے پر اتنا واویلا مچایا اور میرے خلاف اتنا پروپیگنڈہ کیا تو یہ مائیکل جیکسن کو کیسے بخش سکتے ہیں۔ مائیکل جیکسن کی اسلام سے قربت اور اسلام کا مطالعہ سب پر ظاہر ہو چکا ہے اور اس کو بھی اسی وجہ سے دھمکیاں مل رہی ہیں۔ لیکن کون جانتا ہے کہ کل کیا ہو جائے۔ ہدایت تو اس خدائے بزرگ و برتر کے ہاتھ میں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مائیکل جیکسن اسلام قبول کر لے۔ آپ بھی دعا کریں۔

سوال۔ آپ کے قبول اسلام پر خاندان کے دیگر افراد کا کیا ردعمل تھا؟

جواب۔ جب میں امریکہ واپس لوٹا تو میری ماں میرے آنے سے پہلے ہی میرے تبدیلی مذہب کی خبر ٹیلی وژن پر سن چکی تھی اور اخبارات نے بھی شہ سرخیاں لگائی تھیں۔ میری ماں ایک مذہبی اور مہذب خاتون ہیں جب میں گھر پہنچا تو انہوں نے مجھ سے صرف ایک ہی سوال کیا۔ ''کیا تم نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ اچانک ہی کر لیا یا بہت سوچ بچار اور غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ کیا؟'' میرا جواب تھا۔ ''ماں! میں نے یہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کیا''۔ یہاں مجھے یہ بات کہنے دیجیے کہ ہمارا گھرانہ ایک مذہبی گھرانہ ہے۔ ہمیں جو کچھ عطا ہوا یہ خدائے بزرگ و برتر کی خاص عنایات ہیں پھر ہم اس کے شکر گزار بندے کیوں نہ بنیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہوں۔ میں نے غریب افریقی ممالک میں بڑی تعداد میں دوائیں بھجیں۔ بوسنیا میں لڑائی کے دوران میں ہمارے جہاز ان کو امدادی اشیاء پہنچاتے رہے۔ میں اور میرے خاندان کے افراد سماجی خدمات اور انسانیت کے حوالے سے بہت سنجیدہ اور حساس ہیں کیوں کہ ہم غربت کا زمانہ دیکھ چکے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ ہم سب افراد ایک چھوٹے سے گھر میں رہتے تھے۔

سوال۔ کیا آپ نے اپنی بہن پاپ سنگر جینیٹ جیکسن کے ساتھ کبھی اسلام کے بارے میں تبادلہ خیال کیا؟

جواب۔ میرا ایک اسلام قبول کر لینا میری بہن جینٹ کے لئے بھی تعجب خیز بات تھی۔ شروع میں تو وہ پریشان تھی۔ ''تعدد ازدواج'' کا مسئلہ اس کے ذہن میں اٹک گیا تھا۔ جب میں نے اس کو بٹھا کر تفصیل سے اس مسئلہ کو بیان کیا اور موجودہ امریکن سوسائٹی سے اس کا تقابل کیا تو وہ مطمئن ہوگئی اور اس ضمن میں اس کے سارے اشکالات رفع ہو گئے۔ دراصل مغرب میں آزادانہ اختلاط مرد و زن اور اخلاقی ذمہ داریوں سے انحراف اور زندیقیت عام ہے۔ شادی شدہ مرد اپنی بیوی کے علاوہ کئی کئی خواتین سے ازدواجی و جنسی تعلق رکھتے ہیں۔ یہ یہاں کی سوسائٹی میں عام بات ہے اور یہی اس معاشرے کی تباہی اور اخلاقی انحطاط کی اہم وجہ ہے۔ اسلام معاشرے کی حفاظت کے لئے اس کو ایسی آندھیوں سے بچانے کے لئے مضبوط باڑھ لگاتا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے اگر ایک مسلمان کسی خاتون سے دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے لئے باوقار طریقہ اختیار کرتا ہے ورنہ وہ پہلی بیوی کے ساتھ ہی وفادارانہ طریقہ سے زندگی گزارنے پر اکتفا کرتا ہے۔ پھر اگر کوئی مسلمان دوسری شادی کرتا ہے تو اسلام عدل و انصاف کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے اس پر مختلف شرائط بھی عائد کرتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ساری مسلم دنیا میں دوسری شادی کرنے والوں کا تناسب غالباً ایک فیصد یا اس سے بھی کم ہوگا۔

میری ہر غیر مسلم سے گزارش ہے کہ وہ تعصب اور مخالفت کی عینک اتار کر مذہب اسلام کا مطالعہ کرے تو اس کو دنیا میں اسلام سے زیادہ عملیت پسند اور خوبصورت کوئی اور مذہب نظر نہیں آئے گا۔ شکریہ جزاک اللہ خیرا۔

بشکریہ ماہنامہ ''دعوۃ'' اسلام آباد

ذکر و معرفت لازم و ملزوم ہیں۔ حصول معرفت کا ذریعہ اگر ذکر ہے تو معرفت کا ماحصل بھی ذکر ہے۔ جب معرفت باری کا کوئی شمہ نصیب ہو جائے تو عظمت باری مستحضر ہوتی ہے اور آدمی اپنی بے بسی اور محتاجی کا مشاہدہ کرتا ہے اور پھر اپنے وجود، اپنے کمالات، اپنے اعزازات سب اللہ کی عطا کے مختلف مناظر بن کر سامنے آتے ہیں جو کثرت ذکر کا سبب بن جاتے ہیں۔ جیسے بیج درخت کے اگنے کا سبب بھی ہے اور اس کے پھل کے اندر پھر بیج ہی حاصل ہوتا ہے، اسی طرح ذکر ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی، یہ تخم بھی ہے اور ماحصل بھی لہٰذا اللہ کے احسانات کے پیش نظر کثرت سے ذکر کرو۔

کنز الطالبین

تعاون

تاجران کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

شیخ ناصر، شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ
منٹگمری بازار فیصل آباد فون 041-2617075-2611857

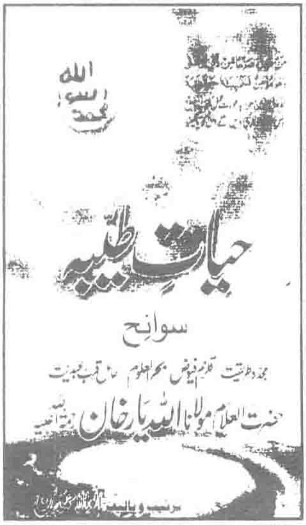

قسط نمبر 7

سلسلہ وار.........

قلزم فیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ کی مبارک زندگی کے احوال تاریخ تصوف میں اپنی نوعیت کی واحد اور منفرد سوانح

''حیات طیبہ''

سے اقتباس.........

حضرت جیؒ لنگر مخدوم کے چوپال میں پہنچے تو وہاں ایک بڑا نازک دینی مسئلہ زیر بحث تھا' سماع موتی اور برزخی زندگی۔ حضرت جیؒ ابھی تک سماع موتی کے قائل نہ ہوئے تھے اور وہاں زورِ استدلال کچھ اسی نہج پہ تھا' چنانچہ آپؒ بھی گفتگو میں شریک ہو گئے۔ چوپال کے ایک گوشے میں اس بحث سے بظاہر لاتعلق ایک بزرگ محو استراحت تھے لیکن سماع موتی کے انکار میں جب بات بہت آگے نکل گئی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ احتراماً سبھی خاموش ہو کر ان کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ فرمانے لگے۔

''آپ کہتے ہیں مردے سنتے نہیں' میں آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ مجھ سے تو وہ باتیں کرتے ہیں۔''

یہ سنتے ہی حضرت جیؒ نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

''کیا فرمایا' آپ سے باتیں کرتے ہیں؟''

انہوں نے جواب دیا۔

''ہاں بیٹا مجھ سے تو باتیں کرتے ہیں''۔

اس پر حضرت جیؒ نے عرض کیا

''کیا آپ ہمیں بھی ان کی باتیں سنوا سکتے ہیں؟''

انہوں نے فرمایا۔

''کیوں نہیں''۔

کیا واقعی یہ بزرگ اہل برزخ سے باتیں کروا سکیں گے؟ کیا یہ ممکن ہے؟ یقین نہ آ رہا تھا کہ ایسا ہو سکے گا لیکن بات اب قیل وقال اور دلیل سے آگے عملی ثبوت تک جا پہنچی تھی۔ وہ بزرگ اعتماد کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھے' حضرت جیؒ کو ساتھ لیا اور آبادی سے کچھ دور درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف روانہ ہوئے۔ درختوں کے سائے میں مٹی کے ٹیلہ پر ایک کچی قبر تھی۔ یہاں پہنچ کر صاحب قبر کو مسنون سلام کیا' حضرت جیؒ کو اپنے ساتھ قبر کے سامنے بیٹھنے کی ہدایت کی اور خود مراقب ہو گئے۔ اب وہ بزرگ کسی اور ہی عالم میں ڈوبے ہوئے تھے اور ادھر گومگو کی وہی کیفیت 'یقین نہیں آ رہا تھا کہ صاحب قبر سے گفتگو ہو سکے گی۔ حضرت جیؒ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اکثر فرمایا کرتے۔

''کھچ مارنے گئے''، یعنی شغلاً گئے' محض پرکھنے کے لئے' اس وقت تک عقیدت وارادت کی صورت نہ تھی۔

اچانک سکوت ٹوٹا اور وہ بزرگ گویا ہوئے۔

''حضرت (صاحب قبر) پوچھتے ہیں' مولوی صاحب امتحاناً آئے ہیں یا ارادۃً ؟''

تجسس اور امتحان! یہ حالت تو دل کی تھی لیکن اس ایک سوال نے دل کی حالت ظاہر کردی اور سوال بھی ایسا کہ دل میں پیوست ہو گیا۔ کیا نیت لے کر آئے ہو؟ وہی پاؤ گے جس کی طلب ہے۔ کیا امتحان مقصود ہے جو ایک مشق لا حاصل ہے یا ارادت کا کشکول لائے ہو جسے بھرنا مطلوب ہے؟

بندوں کے دل رحمٰن کی دو انگلیوں میں ہیں' وہ جس طرف چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے۔ حضرت عمرؓ شمشیر بکف' حالت کفر میں گھر سے نکلے تو دل میں پیغمبر اسلام ﷺ کے قتل کا ارادہ تھا لیکن بہن سے قرآن حکیم کی تلاوت سنی تو دل کی حالت بدل گئی۔ حبیب کبریا ﷺ کی محفل میں پہنچے اور وہیں کے ہو رہے۔ جب گئے تھے تو دل میں کفر کی حمیت تھی' پلٹے تو دل ایمان سے لبریز!

حضرت جیؒ کے ساتھ بھی اس وقت کچھ ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔ گئے تو تھے ''کھچ مارنے'' شغلاً اور امتحاناً لیکن ایک ہی سوال کے ساتھ دل کی حالت بدل گئی۔ فوراً عرض کیا۔

''ارادۃً حاضر ہوا ہوں۔''

ارادت نام ہی خود سپردگی کا ہے۔ کہاں حضرت جیؒ کے ہاں علمی مباحث' خود اعتمادی اور مناظرانہ رنگ اور کہاں اب مکمل خود سپردگی اور سمع واطاعت!

ارشاد ہوا۔

''مولوی صاحب' کوئی نئی زبان سیکھنے کے لئے ایک وقت چاہئے اور دوسرے' محنت کی ضرورت ہے' یہ حال تو دنیا کی زبانوں کا ہے اور وہ زبان جو آپ سیکھنا چاہتے ہیں' وہ برزخ کی زبان ہے۔ وہ جہان اور ہے' وہاں کی زبان لفظی نہیں' نفسی ہے۔ کیا آپ اس کے لئے وقت دے سکتے ہیں' اور محنت کا دم خم ہے؟''

ارادت کی دنیا میں ردوکد کی گنجائش کہاں؟ یہاں تو حالت پہلے ہی بدل چکی تھی' بلا تامل خود کو پیش کر دیا۔ ان بزرگوں نے ذکر شروع کیا تو حضرت جیؒ آنکھیں کھولے بیٹھے رہے۔ جب مسجد نبوی ﷺ کا مراقبہ شروع ہوا تو ان کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔

''جس کا انتظار تھا وہ آ گئے۔''

مراقبہ ختم ہوا تو حضرت جیؒ نے دریافت کیا۔

''آپ نے ابھی کیا فرمایا تھا؟''

انہیں کچھ یاد نہ تھا' لاعلمی ظاہر کردی' حضرت جیؒ کے لئے یہ جواب باعث حیرت تھا۔ عالم تھے' فوراً سمجھ گئے کہ مراقبات میں پیش آنے والی واردات کا تعلق ایک اور ہی دنیا سے ہے۔ اب علم کا ایک نیا باب کھلا اور وہ طالب علم' جو ظاہری تعلیم مکمل کر چکا تھا' مکتب طریقت میں ایک نووارد طالبعلم کی حیثیت سے نئے سبق کا آغاز کرتا ہے۔ یہ مکتب عشق ہے اور ذکر اسم ذات سبحانہٗ وتعالیٰ یہاں کا پہلا سبق۔

ذکر اسم ذات

اللہ تعالیٰ کے ننانوے صفاتی ناموں کا ذکر قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں ملتا ہے۔ لہٗ الاسماء الحسنیٰ یعنی اس کے لئے خوبصورت نام ہیں لیکن اس کا ذاتی نام ایک ہی ہے' اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ' قرآن حکیم میں اسم ذات کا تعارف جس نسبت سے کرایا گیا ہے اس کے پس منظر کو سمجھنے کے لئے چشم تصور سے ماضی کے دریچوں میں ایک نگاہ ڈالتے ہیں۔

غار حرا کی تنہائیاں اور حبیب کبریا ﷺ کے شب وروز اس عالم کا تصور محال' صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ جب پیمانہ شوق ووارفتگی لبریز

ہونے کو تھا تو رب کائنات کے حکم سے حجابات اٹھنے لگے اور بارگاہ جلالت مآب سے اس کے پیامبر حضرت جبریل امیں علیہ السلام کے ذریعے غار حرا کے مکیں ﷺ کو پہلا پیغام ملتا ہے۔

اقرا باسم ربک الذی خلق

پڑھیے اب رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا

ابتدائے سخن تعارف کے ساتھ اور اس تعارف کا واسطہ خود آپ ﷺ کی ذات اقدس قرار پائی۔ روح الامیں علیہ السلام کی آمد اور نزول وحی کے ساتھ یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حریم ناز' غار حرا کے مکین اور مکہ والوں کے امین' حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ ہیں' ازل تا ابد' سرورِ انبیاء اور ختم الرسل ﷺ' لیکن تعارف کا یہ انداز بھی کیا خوب ہے۔

''پڑھیے! اس نام کے ساتھ جو آپ ﷺ کے رب کا نام ہے۔''

رب کے نام سے تو عرب کا بچہ بچہ واقف تھا لیکن اب پہچان کا واسطہ آپ ﷺ ٹھہرے۔ وہ اللہ جو آپ ﷺ کے رب کا نام ہے۔ یہ تھا غارِ حرا کا درس اول' اللہ تعالیٰ کا تعارف آقائے نامدار ﷺ کے واسطے سے۔

اقرا باسم ربک...... اور اس کے ساتھ نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد اسی مبارک نام کے حوالے سے ایک اور حکم ملتا ہے۔

واذکرِ اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلاً

اپنے رب کے نام کا ذکر کریں سب سے منقطع ہو کر

اللہ اللہ کی تکرار کریں اور اس قدر کریں کہ اس ذکر میں محویت کی کیفیت حاصل ہو جائے۔ یہ خطاب براہ راست آپ ﷺ سے ہے۔ آقائے نامدار ﷺ کے اس ذکر کی صورت اور تبتل کی کیفیت کیا ہوگی؟ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں۔ کان یذکر اللہ علی کل احیانہ۔ کہ آپ ﷺ ہر آن اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ یعنی ذکر کی مستقل حالت' ذکر دوام۔ زبان سے کچھ دیر اللہ اللہ کہنا ذکر لسانی کہلاتا ہے جو صرف ان ساعتوں پر موقوف ہوگا جب زبان ذکر الٰہی میں مصروف ہو لیکن ذکر دوام ایک ساعتوں پر موقوف ہوگا جب زبان ذکر الٰہی میں مصروف ہو لیکن ذکر دوام ایک مستقل کیفیت ہے جو اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جب اللہ کا نام نہاں خانہ دل میں اتر جائے۔ قلب اللہ اللہ کرنا شروع کر دے اور پھر یہ ذکر قلب کا مستقبل وظیفہ بن جائے۔ اٹھتے بیٹھتے' سوتے جاگتے دل کی ہر دھڑکن میں اللہ کا ذکر ہو۔

الذین یذکرون اللہ قیماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم.

جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے۔

یعنی کوئی ساعت ذکر الٰہی سے خالی نہ ہو اور یہ بجز ذکر قلبی ممکن نہیں۔ اسی ذکر کی بابت ارشاد ہوا۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

اور سن لو کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔

(جاری ہے)

☆☆☆

سلسلہ وار.........

فرض کی بجا آوری اور مشن کی تکمیل میں جہاں نوردی کے دوران امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ
کی نگاہِ بصیرت نے کیا دیکھا؟ اچھوتے قلم نے کیسے بیان کیا؟.........

پیش خدمت ہے' سفر نامہ

"غبــــار راہ"

قسط نمبر 11

شام مسجد میں بیان ہوا تو ایک صاحب چند منٹ کے لئے اپنے ساتھ گھر لے گئے وہ یہاں سرکاری سکول میں انگریزی شعبہ کے سربراہ ہیں انہوں نے بتایا کہ تعلیم میں مذہب لازمی مضمون ہے مگر صرف دو مذاہب کا نصاب ہے اسلام اور عیسائیت' جو دونوں نہ لینا چاہے اسے اخلاقیات کا مضمون لینا پڑتا ہے۔ مگر ان تین میں سے ایک ضروری لینا ہوتا ہے۔ انہوں نے خود دو کتابیں مذہب اسلام کے بارے انگریزی میں لکھی ہیں' جو داخل نصاب ہیں اور یہاں سکولوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔ یہ پاکستانی اور جہلم شہر کے رہنے والے ہیں۔ بہر حال یہ تھوڑا سا خاکہ شہر کا لکھا ہے۔ کل انشاء اللہ وائلڈ لائف پارک دیکھنے کا ارادہ ہے جو اس ملک میں کئی ہیں مگر قریب ترین ۲۹ میل پر ہے جو نسبتاً چھوٹا ہے ہم وہاں تک ہی پہنچ پائیں گے۔

یہاں سے تین سو کلو میٹر پر دوسرا بڑا شہر ممباسا ہے جو کراچی کی طرح بڑا شہر ہے اور مسلمان اکثریت وہاں آباد ہے۔ بحمد للہ! مسلمان خوشحال اور بیشتر کاروباری ہیں نماز کے اوقات میں مساجد کے ساتھ کار پارک کاروں سے بھر جاتے ہیں جس سے خوشی ہوتی ہے ہم پھرتے پھراتے مغرب سے پہلے مسجد میں پہنچ گئے اور مغرب کے بعد بیان ہوا تزکیہ نفس موضوع تھا' سورۃ اعلیٰ کی ۱۴ اور ۱۵ نمبر آیات کی تلاوت کی جن کا مفہوم ہے کہ

" جسے تزکیہ نصیب ہوا وہ فلاح پا چکا اور اسے رب کے نام کا ذکر نصیب ہوا اور توفیق عبادت بھی"۔

اگر چہ بیان تو گھنٹے سے زیادہ پر پھیلا ہوا تھا مگر یہاں خلاصہ ہی عرض کر سکوں گا تو یہ مضمون خطبہ مسنونہ کے بعد عرض کیا کہ آیہ مبارکہ میں کامیابی کی اطلاع ماضی میں فرمائی گئی یہ انداز بات کی قطعیت کو عیاں کرنے کے لئے ہوتا ہے اور انسانی زندگی کا محور کامیابی ہی ہے۔ ہر انسان کامیابی کے حصول کے لئے سرگرداں ہے۔ فرق یہ ہے نادانی سے کامیابی اپنی رائے سے مقرر کر لیتا ہے اور اس کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے اسی لئے مختلف افراد کی رائے میں کامیابی کے معیار بھی مختلف ہیں مگر حقیقی کامیابی وہی ہے' جسے اللہ کریم کامیابی قرار دیں اور جسے قرآن کریم فلاح کہتا ہے' یہ ایسی ہمہ گیر کامیابی ہے کہ ذاتی امور سے لے کر خاندانی' قومی' دنیاوی اور اُخروی حتیٰ کہ میدان حشر تک کو محیط ہے کہ جس نے تزکیہ حاصل کر لیا اُسے یہ ہمہ گیر کامیابی حاصل ہوگئی۔

تزکیہ کیا ہے؟ یہ دل پر وارد ہونے والی ایک کیفیت کا نام ہے۔ جس کی اصل ذات پیامبر ﷺ ہے۔ جہاں یہ دولت لٹائی گئی کہ ایمان لا کر جسے اک نگاہ نصیب ہوگئی اسے تزکیہ میں وہ درجہ کمال حاصل ہو گیا کہ وہ صحابی کہلایا اگر صحبت عالی میں نہ پہنچا تو بھی نیک' صالح' غازی' شہید سب کچھ بن سکا مگر صحابی نہ بن سکا تو یہ ایک انعکاسی عمل تھا جو صرف صحبت سے نصیب ہوتا تھا اور صحابی ایک ہی بلند مقام کا نام ہے جو تمام کمال اوصاف میں بعد از نبی ساری اُمت سے اعلیٰ ہوتا ہے۔

لوگوں نے اعتراض کے لئے بھی لب کھولنے کی جرات کی ہے۔ مگر یہ سخت نادانی ہے۔ آپ نے دیکھا کہ حکومتوں پہ کس قدر تنقید ہوتی ہے مگر ناقدین کو اگر حکومت دی جائے تو چند روز چلا نہیں سکتے۔ اس کے باوجود ان کا حکومت میں آنا ممکن تو ہے اور صحابی وہ بلند درجہ ہے کہ جنہیں مل گیا' مل گیا' وصال نبوی ﷺ کے بعد ساری دنیا مل کر کسی کو صحابی بنانا چاہے تو ممکن ہی نہیں' پھر ایسے چیدہ اور پسندیدہ حضرات اور کتاب اللہ کے مثالی مسلمانوں پر لب کشائی بہت ہی ناروا حرکت ہے' کرنے والے کا ایمان ضائع ہو جاتا ہے ذرا حد ادب سے بڑھا اور مارا گیا۔

یہ تھا تزکیہ! اور اس کی بدولت انہیں اللہ کا ذکر یوں نصیب ہو جاتا تھا کہ قرآن کے مطابق ان کی کھال سے لے کر دل تک ہر جز و بدن ذاکر ہو گیا۔ وصال نبوی ﷺ کے بعد صحابی کی صحبت نے تابعی پیدا کئے۔ اُن کی مجالس میں پہنچنے والے تبع تابعی قرار پائے یعنی دلوں سے دلوں کو یہ نور منتقل ہوتا رہا اور جس طرح دین کے مختلف شعبے بنے اور اللہ نے مختلف حضرات سے ان میں خدمت لی۔ جیسے تفسیر' حدیث' فقہ ایسے ہی اللہ کے بندوں نے اس کمال کو حاصل کرنے اور آگے پہنچانے میں عمریں صرف کیں اور یہ تصوف کہلایا

یاد رہے کہ ہر فن کے ائمہ اس کمال سے بھی بہرہ ور ہوا کرتے تھے۔ اب نادانی سے ہم نے اعمال کو ذکر الٰہی کا قائم مقام سمجھ کر ذکر الٰہی کا اہتمام تقریباً چھوڑ ہی دیا ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ اگرچہ نماز' روزہ' جہاد' حج' انفاق سب نیک کام بھی ذکر الٰہی ہیں مگر کتاب اللہ میں ان سب امور کے ساتھ ذکر الٰہی کا حکم موجود ہے۔ حتیٰ کہ خود نبی اکرم ﷺ کے لئے ذکر الٰہی کا حکم موجود ہے جس کا آپ ﷺ اہتمام بھی حد درجہ فرماتے تھے پھر کسی کو اس سے استثنےٰ کیسے ہے؟ لہذا مشائخ کی صحبت میں بیٹھ کر قلبی توجہ حاصل کرنا اور ذکر کرنا ہماری بنیادی ضرورت ہے کہ ہم جو کام بھی کریں۔ اس میں حضور الٰہی نصیب ہو اور امور دنیا بھی عبادت قرار پائے۔ اللہ یہ نعمت نصیب فرمائے!

یوں دیر سے پلٹے۔ کھانے کے بعد ذکر کیا۔ مقامی ساتھی بھی شریک محفل تھے۔ اللہ کریم ان سب کے سینے منور فرمائے' آمین

آج انشاء اللہ مغرب کے بعد پھر بیان ہے کچھ مصروفیات دن میں بھی ہیں جو اللہ کریم کو منظور ہوگا ہاں! اگر اُس خادم کا تذکرہ نہ کروں تو بات پوری نہ ہوگی جو یہاں میزبان کی طرف سے ہمارے ساتھ ہے رنگ بھی کالا ہے اور نومسلم بھی ہے اور نام بلال ہے۔ سبحان اللہ! اُسے بلانے میں بھی لطف آ جاتا ہے اور بہت محبت سے پیش آتا ہے' رات سے ذکر میں شامل ہو گیا ہے ابھی ابھی آیا تھا کہ دھونے کے لئے کپڑے دے دو!

پھر کہنے لگا "میرے لئے دعا کرتے رہا کرو! مجھے خبر ہے اللہ مجھے دنیا میں لایا ہے اور پھر اُس کے پاس لوٹ کر جانا ہے"۔

سبحان اللہ! کیا مزے کی بات کی ہے۔ لو وہ چائے لے کر آ گیا۔ اب اجازت! میں چائے پی لوں' پھر بعد میں جو ہوا لکھنے کی کوشش کروں گا۔

انشاء اللہ تعالےٰ!

۵ فروری ۱۹۸۹ء

کل ظُہر کے بعد ایک مدرسے میں حاضری دی۔ وہاں کے مہتمم صاحب نے وقت لیا تھا یہ مدرسہ بچیوں کے لئے ہے جہاں عربی زبان اور دینیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ بچیاں مدرسے میں ہی رہتی ہیں جن کی تعداد چون بتا رہے تھے ساتھ مسلم خواتین بھی جمع تھیں۔ بیان ہوا کرنل صاحب ساتھ نوٹس لیتے گئے اور پھر سارا انگریزی میں دہرا دیا جو امید ہے المرشد کے انگریزی سیکشن میں آپ دیکھ سکیں گے لہذا یہاں لکھا نہیں جا رہا۔

مغرب کے بعد مسجد میں بیان تھا۔ معیت رسالت اور اس کے اثرات ظاہری اور باطنی طور پر۔ یہ بھی ایسی بات ہے جو اکثر دہرائی جاتی ہے۔ اگر چہ انداز تو ہر بار نیا ہوتا ہے کہ اللہ کریم کی طرف سے ہوتا ہے مگر نفس مضمون آپ بار ہا سن چکے ہوں گے یا پڑھا بھی ہوگا۔ لہذا یہ بھی نہیں لکھ رہا۔

اب تہجد کا وقت ابھی باقی ہے اور آج بعد دوپہر ہمیں ابوظہبی کے لئے روانہ ہونا ہے یہاں سے ہماری پرواز بھی پی آئی اے کے ساتھ ہے لہذا بعد نماز فجر وائلڈ لائف پارک دیکھنے کا ارادہ ہے جس کا باقاعدہ اہتمام ہو چکا ہے ہمارے میزبان صاحب بہت اچھے انسان ہیں انہوں نے ایک ٹورسٹ ایجنٹ سے سب کچھ طے کر رکھا ہے اب ہمارا وہاں جانا، دیکھنا اور آپ احباب کے لئے لکھنا باقی ہے۔ اللہ کریم سے خیر ہی کی اُمید ہے۔

نماز اور ناشتہ کے بعد شہر سے باہر پارک دیکھنے چلے گئے۔ سب سے پہلے شہر کا پچھلا پاسا (Back Side) دیکھا۔ سامنے جس قدر خوشحالی ہے اس سے کئی گنا زیادہ مفلسی دوسری طرف ہے۔ رہنے کے گھر کا سوچنا غریب کے بس کی بات نہیں۔ گتے کا جھونپڑا، اگر مٹی کی دیوار پر ٹین کی چھت میسر آ گئی تو بہت اعلیٰ گھر ہے راستے نہ صرف کچے سخت گندے بھی ہیں سکہ پاکستانی روپے کے برابر ہے مگر مہنگائی کم از کم پانچ گنا زیادہ۔ ایک کپ چائے پانچ شلنگ یعنی پانچ روپے، گھی ۱۰۰ روپے سیر۔ پٹرول ۱۱ روپے لٹر یہی حال کپڑے اور جوتے کا ہے۔ سستا جوتا ۴۰۰ روپے تک ہے۔

درمیانی طبقہ نہیں ہے اس لئے سائیکل یا موٹر سائیکل، رکشہ، ٹانگا کچھ نہیں، کار یا بس اور ریل یا پیدل۔ ارباب بست وکشاد کو باہر سے بھی بہت دولت ملتی ہے مگر لوگوں کی عادتیں نہیں بگاڑنا چاہتے لہذا باہر سے باہر ہی اپنے ذاتی حسابات میں منتقل کر دیتے ہیں۔ ہر محکمہ خیرات کی طرح رشوت طلب کرتا ہے جو بڑی شریفانہ ہوتی ہے یعنی سو دو سو میں کام کرایا جا سکتا ہے ہماری طرح رشوت میں مہنگائی نہیں۔

پھر پارک دیکھا۔ سینکڑوں میل پر پھیلا ہوا قدرتی پارک خوبصورت ہرنوں، جنگلی پرندوں، زرافوں، جنگلی بھینسوں اور مختلف درندوں سے اٹا پڑا ہے، اندر کچھ سڑکیں ہیں جو دیکھنے والے استعمال کرتے ہیں۔ کافی مہنگا ٹکٹ ہے ہم نے آج واپس جانا تھا لہذا زیادہ تو نہ پھر سکے، بس چار پانچ گھنٹے میں جو ہو سکا، پھر لیا۔ واپسی پر چڑیا گھر ہے اکثر درندے جن سے پارک میں ملاقات نہ ہوئی تھی، وہاں دیکھ کر حسرت پوری کی اور اب گیارہ بجے دن گھر پہنچے ہیں ذرا دم لیں گے ظہر ہوگئی اور کھانا کھا کر ہوائی اڈے کو چلیں گے۔

آج خیر سے اپنی ہوائی کمپنی ہوگی، پی۔ آئی۔ اے اور ہم ابو ظہبی جا اُتریں گے۔ مگر اب میں مزید کچھ نہ لکھوں گا کہ بہت لکھا ہے۔ پھر وہاں احباب لکھنے والے بھی ہوں گے ریکارڈ کرنے والے بھی، انشاء اللہ

لہذا میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں اور اللہ کریم کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے ایک جانکاہ حادثے کے بعد اس قدر جلد اپنے کرم سے نوازا کہ اتنے طویل سفر، اذکار، بیانات اور سب کام بحسن وخوبی ہوتے رہے، آئندہ بھی اُسی کے کرم کی امید ہے۔

(جاری ہے۔)

..........☆☆☆☆☆☆☆..........